داعی رجوع الی القرآن بانی تنظیم اسلامی

محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

کے شہرۂ آفاق دورۂ ترجمہ قرآن پر مشتمل

# بیانُ القُرآن

ترجمہ و مختصر تفسیر

حصہ اول سُورۃ الفاتحہ وسُورۃ البقرۃ مع تعارفِ قرآن
(آٹھواں ایڈیشن) ——— صفحات:360، قیمت 450 روپے

حصہ دوم سُورۃ آلِ عمران تا سُورۃ المائدہ
(چھٹا ایڈیشن) ——— صفحات 321، قیمت 425 روپے

حصہ سوم سُورۃ الانعام تا سُورۃ التوبہ
(چوتھا ایڈیشن) ——— صفحات 331، قیمت 425 روپے

حصہ چہارم سُورۃ یُونس تا سُورۃ الکہف
(تیسرا ایڈیشن) ——— صفحات 394، قیمت 460 روپے

حصہ پنجم سُورۃ مَریَم تا سُورۃ السَّجدۃ
(دوسرا ایڈیشن) ——— صفحات 480، قیمت 575 روپے

★ عمدہ طباعت ★ دیدہ زیب ٹائٹل اور مضبوط جلد ★ امپورٹڈ آفسٹ پیپر

ملنے کے پتے

انجمن خُدام القرآن خیبر بختونخوا، پشاور
A-18 ناصر سٹیشن ریلوے روڈ نمبر 2، شعبہ بازار پشاور فون: 2584824,2214495(091)

مکتبہ خُدام القرآن لاہور
K-36، ماڈل ٹاؤن لاہور فون 3-35869501(042)



جُمادی الاُولیٰ ۱۴۳۵ھ
مارچ ۲۰۱۴ء


ماہنامہ

# میثاق

لاہور

یکے از مطبوعات
تنظیمِ اسلامی
بانی: ڈاکٹر اسرار احمدؒ

## اسلامی آدابِ مُعاشرت

"اربعینِ نوویؒ" کی ایک حدیث کی تفہیم

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۡ (المائدۃ:۷)

ترجمہ: اور اپنے اوپر اللہ کے فضل اور اس کے میثاق کو یاد رکھو جو اس نے تم سے لیا جبکہ تم نے اقرار کیا کہ ہم نے مانا اور اطاعت کی!


# ماہنامہ میثاق لاہور

اجرائے ثانی

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

جلد : 63

شمارہ : 3

جُمادی الاُولیٰ 1435ھ

مارچ 2014ء

فی شمارہ 25/-

مُدیر
حافظ عاکف سعید

نائب مُدیر
حافظ خالد محمود خضر

سالانہ زرِتعاون

| | |
|---|---|
| اندرون ملک | 250 روپے |
| بھارت وبنگلہ دیش | 900 روپے |
| ایشیا' یورپ' افریقہ وغیرہ | 1200 روپے |
| امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ | 1500 روپے |

ترسیل زر: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

مکتبہ خدام القرآن لاہور

مقام اشاعت: 36۔ کے ماڈل ٹاؤن' لاہور 54700 ' فون: 3-35869501

فیکس: 35834000' ای میل: maktaba@tanzeem.org

ای میل برائے ادارتی امور: publications@tanzeem.org

ویب سائٹ ایڈریس: www.tanzeem.org

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی: 67۔ علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور

فون: 36366638 - 36316638 فیکس: 36313131

پبلشر: ناظم مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

طابع: رشید احمد چوہدری مطبع: مکتبہ جدید پریس (پرائیویٹ) لمیٹڈ


# مشمولات


**عرضِ احوال** ——— 5

مذاکرات یا فوجی آپریشن؟ — ایوب بیگ مرزا

**بیانُ القُرآن** ——— 7

سورۃ النّحل (آیات ۹۰ تا ۱۲۸) — ڈاکٹر اسرار احمدؒ

**مطالعۂ حدیث** ——— 29

اسلامی آدابِ معاشرت — ڈاکٹر اسرار احمدؒ

**یٰحَسرۃً علَی العِباد** ——— 49

غافل انسان کی حسرت: قرآن حکیم کی روشنی میں — انجینئر نوید احمد

**تعمیرِ سیرت** ——— 73

قرآنی تصورِ فلاح — عتیق الرحمٰن صدیقی

**مقامِ بندگی دیگر** ——— 83

مقامِ عبدیت اور اس کے تقاضے — راحیل گوہر

**حسنِ معاشرت** ——— 91

صلہ رحمی: اسلامی اخلاق کا طُرّۂ امتیاز — پروفیسر محمد یونس جنجوعہ


❁ ❁ ❁

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم

# مذاکرات یا فوجی آپریشن

شکوک وشبہات اور بداعتمادی کی فضا میں شروع ہونے والے مذاکرات' دہشت گردی کے مختلف واقعات' شمالی وزیرستان میں فضائیہ کی بمباری اور ماورائے عدالت قتل کے الزامات کی وجہ سے تعطّل کا شکار ہو گئے ہیں۔ حکومت کا مطالبہ ہے کہ تحریک طالبان مکمل اور غیر مشروط جنگ بندی کا اعلان کرے جبکہ طالبان نے مذاکرات کا سلسلہ جاری رکھنے کے لیے حکومت کو بعض شرائط پیش کی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ نائن الیون اور امریکہ کے افغانستان پر حملہ کے بعد سابق فوجی طالع آزما اپنی ہمسائیگی میں بھڑک اٹھنے والی آگ کو جس طرح اپنے آنگن میں گھسیٹ لائے تھے' آج سارا پاکستان اس آگ سے جھلس رہا ہے۔

پاکستان مسلم لیگ (ن) کے سربراہ وزیراعظم میاں محمد نواز شریف نے تحریک طالبان پاکستان اور ہتھیار اٹھانے والی دوسری تناظیم کو مذاکرات کی دعوت دی تو اس پیشکش کو غیر جانبدار تجزیہ نگاروں اور عسکری ماہرین نے اس لیے سنجیدگی سے نہ لیا کیونکہ وزیراعظم کو چاروں اطراف سے ان سیکولر عناصر نے گھیرا ہوا تھا جو امریکی ایجنڈے کو آگے بڑھانے کے لیے دن رات آپریشن آپریشن کی رٹ لگائے ہوئے تھے۔ اور بالآخر ایک امریکی ڈرون حملے نے تحریک طالبان پاکستان کے سربراہ حکیم اللہ محسود کو ہلاک کر دیا تو تحریک طالبان نے کسی قسم کے مذاکرات میں حصہ لینے سے صاف انکار کر دیا۔ بہرحال حکومت میں موجود بعض مخلص اور سنجیدہ لوگوں کی کوششوں سے بات دوبارہ مذاکرات کی طرف بڑھی اور حکومت نے مذاکرات کے لیے ایک چار رکنی کمیٹی کا اعلان کر دیا' جس کے سربراہ ایک اخباری کالم نویس اور وزیراعظم کے خصوصی مشیر عرفان صدیقی تھے۔ ان کے ساتھ میجر (ر) عامر' رحیم اللہ یوسف زئی اور رستم شاہ مہمند تھے۔ کمیٹی کے لیے جن افراد کا چناؤ کیا گیا تھا حکومت کے ناقدین نے بھی اس کی تحسین کی اور یہ کہا گیا کہ اس سے کم از کم سویلین حکومت کی سنجیدگی اور خلوص نظر آتا ہے۔ تحریک طالبان کی طرف سے بھی ایک کمیٹی کا اعلان ہوا۔ دونوں کمیٹیوں کا رابطہ ہوا' لیکن ابھی شاید صحیح طور پر مذاکرات کا آغاز بھی نہیں ہوا تھا کہ پشاور کے سینما گھروں میں دہشت گردی کے واقعات ہوئے' لیکن چونکہ تحریک طالبان نے



ان واقعات سے لاتعلقی کا اظہار کر دیا لہٰذا مذاکرات پر ان واقعات کا کوئی منفی اثر نہ پڑا۔ البتہ کراچی میں پولیس وین پر حملہ ہوا جس میں تیرہ پولیس اہلکار ہلاک ہو گئے اور پچاس سے زائد زخمی ہوئے جس کی ذمہ داری تحریک طالبان نے قبول کر لی۔ بعد ازاں تحریک طالبان پاکستان کی طرف سے ایف سی کے ان 23 اہلکاروں کو موت کی نیند سلا دینے کا اعلان ہوا جنہیں انہوں نے 2010ء میں اغوا کیا تھا۔ تحریک طالبان پاکستان کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ چونکہ فوج نے ان طالبان کو ہلاک کیا ہے جو فوج کی قید میں تھے لہٰذا ہم نے بھی فوجی قیدیوں کو قتل کر دیا ہے' جبکہ فوج نے اس الزام کو بے بنیاد اور من گھڑت قرار دیا۔ بہرحال حکومت نے ان واقعات کی آڑ میں مذاکرات ختم کرنے یا فی الحال روک دینے کا اعلان کیا اور شمالی وزیرستان میں زبردست بمباری کر کے تباہی مچا دی۔ میڈیا نے ایک ایسی فضا قائم کر دی ہے کہ عام پاکستانی شہری بھی سمجھ رہا ہے کہ تحریک طالبان کی طرف سے بہت ظلم ہوا ہے اور اب ان کے خلاف فوجی آپریشن ناگزیر ہو چکا ہے۔ رہے سیکولر عناصر تو وہ ایڑیاں اٹھا اٹھا کر اور گلا پھاڑ پھاڑ کر آپریشن آپریشن کے نعرے مار رہے ہیں اور فوج سے ہمدردی اور یکجہتی کا اظہار کر رہے ہیں یہ وہی عناصر ہیں جو پینسٹھ سال سے فوج کو گالیاں دیتے چلے آ رہے تھے اور آج بھی بلوچستان میں پیدا ہونے والی تمام خرابیوں کا ذمہ دار فوج کو ٹھہراتے تھے۔

ہم تحریک طالبان پاکستان کی ان کارروائیوں کی جو انہوں نے پاکستان کے شہریوں کے خلاف کی ہیں اور جنہیں انہوں نے تسلیم کیا ہے اور اس کی ذمہ داری قبول کی ہے' شدید ترین الفاظ میں مذمت کرتے ہیں اور انہیں بزدلانہ اور غیر اسلامی حرکات قرار دیتے ہیں' لیکن عام پاکستانی کو یہ بھی سوچنا چاہیے کہ فوج کو بھی پاکستانیوں کو اٹھانے اور ان کے ماورائے عدالت قتل کرنے کی اجازت کس نے دی ہے؟ ہم ناجائز قتل و غارت کو' چاہے وہ حکومتی ایجنسیوں کی طرف سے ہو اور چاہے تحریک طالبان پاکستان یا کسی بھی تنظیم کی طرف سے ہو' غلط اور قابلِ مذمت سمجھتے ہیں۔ لیکن ہم اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس قتل و غارت گری کو کسی قسم کے آپریشن یا جنگ و جدل سے ختم نہیں کیا جا سکتا۔ ہم یہ پیشین گوئی کرنے میں کوئی باک یا جھجک محسوس نہیں کرتے کہ کسی قسم کی فوجی کارروائی یا آپریشن اس قتل و غارت اور خونریزی کو کم نہیں کر سکتا' بلکہ اندیشہ ہے کہ اس سے مزید قتل و غارت گری ہوگی اور دہشت گردی کا کینسر سارے پاکستان کے جسد میں پھیل جائے گا اور یہ ناقابل علاج ہو جائے گا۔ عام شہری تو میڈیا سے متاثر ہو کر آپریشن کے حق میں بات کر رہا ہے' البتہ وہ سیکولر عناصر جو میڈیا پر قابض اور مسلّط ہیں وہ باقاعدہ ایک پروگرام اور منصوبہ کے تحت

(باقی صفحہ 97 پر)

دورۂ ترجمۂ قرآن

ڈاکٹر اسرار احمد

# سُورۃُ النَّحل

## آیات ۹۰ تا ۱۰۰

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ
وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ
وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ۭ اِنَّ
اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ
اَنْكَاثًا ۭ تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَيْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِىَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ ۭ
اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ۭ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝ وَلَوْ
شَاۗءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ
يَّشَاۗءُ ۭ وَلَتُسْـَٔـلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَيْنَكُمْ
فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَتَذُوْقُوا السُّوْۗءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ
وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ
خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ ۭ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۭ
وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ مَنْ عَمِلَ
صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ
اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ
الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰي رَبِّهِمْ
يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَي الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ۝



**آیت ۹۰** ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى﴾ ”یقیناً اللہ حکم دیتا ہے عدل کا‘ احسان کا اور قرابت داروں کو (ان کے حقوق) ادا کرنے کا“

﴿وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ﴾ ”اور وہ روکتا ہے بے حیائی‘ برائی اور سرکشی سے۔“

﴿يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝﴾ ”وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم سبق حاصل کرو۔“

یہ آیت اس لحاظ سے بہت مشہور ہے کہ اکثر جمعۃ المبارک کے خطبات میں شامل کی جاتی ہے۔ یہ بہت ہی جامع آیت ہے اور اس میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے انداز میں تین چیزوں کا حکم دیا گیا ہے اور تین ہی چیزوں سے منع کیا گیا ہے۔ پہلا حکم عدل کا ہے اور دوسرا احسان کا۔ عدل تو یہ ہے کہ جس کا جس قدر حق ہے عین اسی قدر آپ اسے دے دیں‘ لیکن احسان ایک ایسا عمل ہے جو عدل سے بہت اعلیٰ و ارفع ہے۔ یعنی احسان یہ ہے کہ آپ کسی کو اس کے حق سے زیادہ دیں اور یہ عمل اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ چنانچہ اللہ محسنین کو محبوب رکھتا ہے۔ تیسرا حکم قرابت داروں کے حقوق کا خیال رکھنے کے بارے میں ہے‘ یعنی ان سے حسنِ سلوک سے پیش آنا‘ صلہ رحمی کے تقاضے پورے کرنا اور انفاقِ مال کے سلسلے میں ان کو ترجیح دینا۔ یہ تین احکام اُن اعمال کے بارے میں ہیں جو ایک اچھے معاشرے کی بنیاد کا کام دیتے ہیں۔

جن چیزوں سے یہاں منع فرمایا گیا ہے ان میں سب سے پہلے بے حیائی ہے۔ حیا گویا انسان اور ہر بُرے کام کے درمیان پردہ ہے۔ جب تک یہ پردہ قائم رہتا ہے انسان عملی طور پر برائی سے بچا رہتا ہے‘ اور جب یہ پردہ اُٹھ جاتا ہے تو پھر انسان بے شرم ہو کر آزاد ہو جاتا ہے۔ پھر وہ ع ”بے حیا باش و ہر چہ خواہی کُن!“ کا مصداق بن کر جو چاہے کرتا پھرتا ہے۔ بے حیائی کے بعد منکر سے منع کیا گیا ہے۔ منکر ہر وہ کام ہے جس کے برے ہونے پر انسان کی فطرت گواہی دے۔ تیسرا ناپسندیدہ عمل یا جذبہ البغی یعنی سرکشی ہے۔ یہ سرکشی اگر اللہ کے خلاف ہو تو بغاوت ہے اور یوں کفر ہے‘ اور اگر یہ انسانوں کے خلاف ہو تو اسے ”عُدوان“ کہا جاتا ہے یعنی ظلم اور زیادتی۔ بہرحال ان دونوں سطحوں پر یہ انتہائی ناپسندیدہ اور مذموم جذبہ ہے۔

اگلی چند آیات مشکلات القرآن میں سے ہیں۔ ان کی تفسیر کے بارے میں بہت سی آراء ہیں جو سب کی سب یہاں بیان نہیں کی جا سکتیں۔ میں یہاں صرف وہ رائے بیان کروں گا جس سے مجھے اتفاق ہے۔ میری رائے کے مطابق ان آیات میں روئے سخن اہلِ کتاب کی طرف

ہے۔ مکّی سورتوں میں اگرچہ اہلِ کتاب سے ''یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ'' یا ''یٰۤاَھل الکتاب'' کے الفاظ سے براہِ راست خطاب نہیں کیا گیا' لیکن سورۃ الانعام اور اس کے بعد (مکی دور کے آخری سالوں میں) نازل ہونے والی سورتوں میں اہل کتاب کو بالواسطہ انداز میں مخاطب کرنے کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت تک محمدؐ رسول اللہ ﷺ کے دعوائے نبوت کے بارے میں خبریں مدینہ پہنچ چکی تھیں اور یہودِ مدینہ ان خبروں کو سن کر بہت متجسسانہ انداز میں مزید معلومات کی ٹوہ میں تھے۔ ان میں سے کچھ لوگ تو نبی آخر الزماں ﷺ کو پہچان بھی چکے تھے اور وہ اس انتظار میں تھے کہ مزید معلومات سے آپ ﷺ کی نبوت کی تصدیق ہو جائے تو وہ آپ ﷺ پر ایمان لے آئیں۔ دوسری طرف یہودِ مدینہ ہی میں سے کچھ لوگوں کے دلوں میں آپ ﷺ کے خلاف حسد کی آگ بھی بھڑک چکی تھی۔ اس قسم کے لوگ آپ ﷺ کی مخالفت کے لیے قریشِ مکہ سے مسلسل رابطے میں تھے اور آپؐ کی آزمائش کے لیے قریش مکہ کو مختلف قسم کے سوالات بھیجتے رہتے تھے۔ ان سوالات میں ایک اہم سوال یہ بھی تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام تو فلسطین میں آباد تھے لیکن ان کی اولاد یعنی بنی اسرائیل کے لوگ وہاں سے مصر کیسے پہنچے؟ ان کا یہی سوال تھا جس کے جواب میں پوری سورۂ یوسف نازل ہوئی تھی۔ چنانچہ یہ وہ معروضی صورتِ حال تھی جس کی وجہ سے مکی دور کی آخری سورتوں میں کہیں کہیں اہل کتاب کا ذکر بھی موجود ہے اور بالواسطہ طور پر ان سے خطاب بھی ہے۔ اس پس منظر میں میری رائے یہی ہے کہ آئندہ آیات میں روئے سخن اہل کتاب کی طرف ہے۔

**آیت ۹۱** ﴿وَاَوۡفُوۡا بِعَهۡدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدۡتُّمۡ﴾ ''اور اللہ کے عہد کو پورا کرو جب کہ تم عہد کر چکے ہو''

یہاں بنی اسرائیل کا وہ وعدہ مراد ہے جس کی تفصیل بعد میں مدنی سورتوں میں آئی۔ مدنی سورتوں میں اِن کے اس عہد کا بار بار ذکر کیا گیا ہے: ﴿وَاِذۡ اَخَذۡنَا مِیۡثَاقَكُمۡ .....﴾ (البقرۃ: ۶۳)۔ یہاں پر اس عہد کی تفصیل میں جائے بغیر صرف اس کا تذکرہ کر دیا گیا کہ ''عاقلاں را اشارہ کافی است''۔ مقصد یہ تھا کہ بنی اسرائیل کے صاحبانِ علم و بصیرت بات کو سمجھنا چاہیں تو سمجھ لیں۔

﴿وَلَا تَنۡقُضُوا الۡاَیۡمَانَ بَعۡدَ تَوۡكِیۡدِهَا وَقَدۡ جَعَلۡتُمُ اللّٰهَ عَلَیۡكُمۡ كَفِیۡلًا ؕ﴾

''اور اپنی قسموں کو مت توڑو مضبوطی سے باندھنے کے بعد' جبکہ تم اللہ کو اپنے اوپر گواہ ٹھہرا



چکے ہو۔''

﴿اِنَّ اللّٰهَ یَعۡلَمُ مَا تَفۡعَلُوۡنَ ﴿۹۱﴾﴾ ''یقیناً اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو۔''

یعنی یہ عہد تم نے اللہ کو گواہ بنا کر اور اللہ کی قسمیں کھا کر باندھا ہوا ہے۔

**آیت ۹۲** ﴿وَلَا تَكُوۡنُوۡا كَالَّتِیۡ نَقَضَتۡ غَزۡلَهَا مِنۡۢ بَعۡدِ قُوَّةٍ اَنۡكَاثًا ؕ﴾ ''اور مت ہو جاؤ اُس (دیوانی) عورت کی مانند جس نے اپنا سُوت توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا' مضبوطی (سے کاتنے) کے بعد۔''

دیکھو تم تو ایک مدت سے نبی آخر الزماں ﷺ کے منتظر چلے آ رہے تھے اور اہلِ عرب کو اس حوالے سے دھمکایا بھی کرتے تھے کہ نبی آخر الزمان آنے والے ہیں' جب وہ تشریف لے آئے تو ہم ان کے ساتھ مل کر تم لوگوں پر غالب آ جائیں گے۔ اب جب کہ وہ نبیؐ آ گئے ہیں تو تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ تم اُنؐ کو جھٹلانے کے لیے بہانے ڈھونڈ رہے ہو! تو کیا اب تم لوگ اپنے منصوبوں اور افکار و نظریات کے تانے بانے خود اپنے ہی ہاتھوں تار تار کر دینے پر تُل گئے ہو؟ کیا اُس دیوانی عورت کی طرح تمہاری بھی مت ماری گئی ہے جو بڑی محنت اور مشقت کے ساتھ کاتے ہوئے اپنے سوت کی تار تار ادھیڑ کے رکھ دے؟

﴿تَتَّخِذُوۡنَ اَیۡمَانَكُمۡ دَخَلًۢا بَیۡنَكُمۡ اَنۡ تَكُوۡنَ اُمَّةٌ هِیَ اَرۡبٰی مِنۡ اُمَّةٍ ؕ﴾ ''تم اپنی قسموں کو اپنے مابین دخل دینے کا ذریعہ بناتے ہو تا کہ نہ ہو جائے ایک قوم بڑھی ہوئی دوسری قوم سے۔''

یعنی تم نے تو اس معاملے کو گویا دو قوموں کا تنازعہ بنا لیا ہے۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ یہ وہی نبی (ﷺ) ہیں جن کی بشارت تمہاری کتاب میں موجود ہے' تم آپس میں عہد و پیمان کر رہے ہو' قسمیں کھا رہے ہو کہ ہم ہرگز آپ (ﷺ) پر ایمان نہیں لائیں گے۔ تمہاری اس ہٹ دھرمی کی وجہ اس کے سوا اور کوئی نہیں کہ تم قومی عصبیت میں مبتلا ہو چکے ہو۔ چونکہ اس آخری نبی ﷺ کا تعلق بنی اسماعیل یعنی اُمیین سے ہے' اس لیے تم لوگ نہیں چاہتے کہ بنی اسماعیل کو اب ویسی ہی فضیلت حاصل ہو جائے جو پچھلے دو ہزار سال سے تم لوگوں کو حاصل تھی۔

﴿اِنَّمَا یَبۡلُوۡكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ؕ﴾ ''یقیناً اللہ تمہیں آزما رہا ہے اس کے ذریعے سے۔''

اس میں تمہاری آزمائش ہے۔ اللہ تعالیٰ دیکھنا چاہتا ہے کہ تم لوگ حق پرست ہو یا نسل پرست؟ اگر تم لوگ اس معاملے میں نسل پرستی کا ثبوت دیتے ہو تو جان لو کہ اللہ سے تمہارا کوئی تعلق نہیں اور اگر حق پرست بننا چاہتے ہو تو تمہیں سوچنا چاہیے کہ ایک مدت تک اللہ تعالیٰ نے نبوت تمہاری نسل میں رکھی اور اب اللہ تعالیٰ نے بنی اسماعیل کے ایک فرد کو اس کے لیے چن لیا ہے۔ لہٰذا اسے اللہ کا فیصلہ سمجھتے ہوئے تمہیں قبول کر لینا چاہیے۔ تمہیں یہ بھی سوچنا چاہیے کہ بنی اسماعیل بھی تو آخر تمہاری ہی نسل میں سے ہیں۔ وہ بھی تمہارے جدِّ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کی اولاد ہیں' مگر تم لوگ ہو کہ تم نے اس معاملے کو باہمی مخاصمت اور ضد ﴿بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ﴾ کی بھینٹ چڑھا دیا ہے اور اس طرح تم لوگ اللہ کی اس آزمائش میں ناکام ہو رہے ہو۔

﴿وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿٩٢﴾﴾ ''اور وہ ضرور ظاہر کرے گا تم پر قیامت کے دن وہ سب کچھ جس میں تم لوگ اختلاف کرتے تھے۔''

**آیت ۹۳** ﴿وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً﴾ ''اور اگر اللہ چاہتا تو تمہیں ایک ہی اُمّت بنا دیتا''

اللہ تعالیٰ یہ بھی کر سکتا تھا کہ پوری انسانیت کو ایک ہی امت بنا دیتا تاکہ نسلوں اور قوموں کی یہ تفریق ہی نہ ہوتی اور نہ ہی ایک امت کو معزول کر کے دوسری امت کو نوازنے کی ضرورت پیش آتی۔ پھر جس اللہ نے بخت نصر کے ہاتھوں تمہاری بربادی کے بعد حضرت عزیر علیہ السلام کی دعوتِ توبہ کے ذریعے تمہاری نشأۃ ثانیہ کی تھی' وہ یہ بھی کر سکتا تھا کہ ایک دفعہ پھر کسی اصلاحی تحریک کے ذریعے تمہیں اپنی ہدایت اور رحمت سے نواز دیتا۔ اس طرح آخری نبی بھی تم ہی میں آتے اور یہ قرآن بھی تم ہی کو ملتا۔ اگر اللہ کو منظور ہوتا تو یہ سب کچھ ممکن تھا۔

﴿وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ﴾ ''لیکن وہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔''

آیت کے اس حصے کا ایک ترجمہ یہ بھی ہے کہ ''وہ گمراہ کرتا ہے اُسے جو (گمراہی) چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے اُسے جو (ہدایت) چاہتا ہے۔''

﴿وَلَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٣﴾﴾ ''اور تم سے ضرور پوچھا جائے گا اُس بارے میں جو کچھ تم کرتے تھے۔''

یعنی اِس وقت تم لوگ ایک بہت بڑے امتحان سے دوچار ہو۔ تمہارے پاس نبی آخر



الزماں ﷺ کے بارے میں واضح نشانیوں کے ساتھ علم آ چکا ہے اور تم اللہ کی کتاب کے وارث بھی ہو۔ اس کے باوجود اگر تم نے ہمارے نبی ﷺ کی تصدیق نہ کی اور آپؐ کو جھٹلانے پر تُلے رہے تو اس بارے میں تم سے ضرور جواب طلبی ہوگی۔

اب ذرا سورۃ البقرۃ کی ان آیات کو ذہن میں تازہ کیجیے:

﴿يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴿٤٠﴾ وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ ۪ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۠ وَّاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ ﴿٤١﴾ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٤٢﴾﴾

''اے بنی اسرائیل! یاد کرو تم میری وہ نعمت جو میں نے تم پر انعام کی' اور پورا کرو میرا عہد' میں پورا کروں گا تمہارے (ساتھ کیے گئے) عہد کو اور مجھ ہی سے ڈرو۔ اور ایمان لاؤ اُس کتاب پر جو میں نے نازل کی ہے' جو تصدیق کرتے ہوئے آئی ہے اُس کتاب کی جو تمہارے پاس ہے' اور مت ہو جاؤ تم ہی سب سے پہلے اس کا کفر کرنے والے' اور مت بیچو میری آیات کو تھوڑی سی قیمت کے عوض اور میرا ہی تقویٰ اختیار کرو۔ اور نہ ملاؤ حق کو باطل کے ساتھ اور نہ چھپاؤ حق کو جانتے بوجھتے۔''

ان آیات کو پڑھ کر یہی محسوس ہوتا ہے کہ یہاں سورۃ النحل میں جو بات اَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ سے شروع ہوئی ہے یہ گویا تمہید ہے اُس مضمون کی جو سورۃ البقرۃ کی مندرجہ بالا آیات کی شکل میں مدینہ جا کر نازل ہونے والا تھا۔

**آیت ۹۴** ﴿وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا﴾ ''اور مت بناؤ اپنی قسموں کو اپنے درمیان دھوکے کا ذریعہ کہ پھسل جائے کوئی قدم پختگی کے بعد''

دیکھو' حقیقت یہ ہے کہ تم ہمارے نبی ﷺ کو اچھی طرح پہچان چکے ہو: ﴿يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ﴾ (البقرۃ:۱۴۶)۔ اب اس حالت میں اگر تم پھسلو گے تو یاد رکھو سیدھے جہنم کی آگ میں جا کر گرو گے: ﴿فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ؕ﴾ (التوبۃ:۱۰۹)

﴿وَتَذُوْقُوا السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿٩٤﴾﴾

''اور تمہیں عذاب کا مزہ چکھنا پڑے بسبب اس کے کہ تم نے (لوگوں کو) روکا اللہ کے راستے سے' اور تمہارے لیے (اس کی پاداش میں) بہت بڑا عذاب ہے۔''

تمہیں تو چاہیے تھا کہ سب سے پہلے کھڑے ہو کر گواہی دیتے کہ ہم نے محمد (ﷺ) کو اپنی کتاب میں دی گئی نشانیوں سے ٹھیک ٹھیک پہچان لیا ہے' آپ (ﷺ) واقعی اللہ کے رسولؐ ہیں۔ اور تمہیں نصیحت بھی کی گئی تھی: ﴿وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ ۠﴾ (البقرۃ:۴۱) ''اور تم اس کے پہلے منکر نہ بن جانا''۔ اس سب کچھ کے باوجود تم لوگ اس گواہی کو چھپا رہے ہو: ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ﴾ (البقرۃ:۱۴۰) ''اور اُس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جس نے چھپائی وہ گواہی جو اس کے پاس ہے اللہ کی طرف سے!''

**آیت ۹۵** ﴿وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ﴾ ''اور اللہ کے اُس عہد کو حقیر سی قیمت کے عوض فروخت نہ کرو۔''

﴿اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۵﴾﴾ ''یقیناً اللہ کے پاس جو کچھ ہے وہ بہت بہتر ہے تمہارے لیے اگر تم علم رکھتے ہو۔''

تمہیں دنیا کے چھوٹے چھوٹے مفادات بہت عزیز ہیں اور ان حقیر مفادات کے لیے تم لوگ اللہ کی ہدایت کو ٹھکرا رہے ہو' مگر تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اگر تم لوگ اس ہدایت کو قبول کر لو گے تو اللہ کے ہاں اخروی انعامات سے نوازے جاؤ گے۔ اللہ کے ہاں جنت کی دائمی نعمتیں تمہارے ان مفادات کے مقابلے میں کہیں بہتر ہیں جن کے ساتھ تم لوگ آج چمٹے ہوئے ہو۔

**آیت ۹۶** ﴿مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ؕ﴾ ''جو تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے۔''

﴿وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾﴾ ''اور ہم لازماً دیں گے صبر کرنے والوں کو ان کا اجر اُن کے بہترین اعمال کے مطابق۔''

ہر نیکوکار شخص کے تمام اعمال ایک درجے کے نہیں ہوتے' کوئی نیکی اعلیٰ درجے کی ہوتی ہے اور کوئی نسبتاً چھوٹے درجے کی۔ مگر جن لوگوں سے اللہ تعالیٰ خوش ہو جائیں گے' ان کی اعلیٰ درجے کی نیکیوں کو سامنے رکھ کر ان کے اجر و ثواب کا تعین کیا جائے گا۔

**آیت ۹۷** ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ﴾ ''جس کسی نے بھی نیک عمل کیا' خواہ وہ مرد ہو یا عورت' بشرطیکہ ہو وہ مؤمن تو ہم اسے (دُنیا میں) ایک پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے۔''



ایسے لوگ بے شک دنیا میں روکھی سوکھی کھا کر گزارہ کریں مگر انہیں سکونِ قلب کی دولت نصیب ہوگی' ان لوگوں کے دل غنی ہوں گے' کیونکہ حضور ﷺ کا فرمان ہے: ((اَلْغِنٰى غِنَى النَّفْسِ))(۱) کہ اصل امیری تو دل کی امیری ہے۔ اگر انسان کا دل غنی ہے تو انسان واقعتاً غنی ہے اور اگر ڈھیروں دولت پا کر بھی دل لالچ کے پھندے میں گرفتار ہے تو ایسا شخص دراصل غنی یا امیر نہیں' فقیر ہے۔ چنانچہ نیکوکار انسانوں کو دُنیوی زندگی میں ہی غنا اور سکونِ قلب کی نعمت سے نوازا جائے گا' کیونکہ یہ نعمت تو ثمرہ ہے اللہ کی یاد کا: ﴿اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ﴿۲۸﴾﴾ (الرعد) ''آگاہ رہو! دل تو اللہ کے ذکر ہی سے مطمئن ہوتے ہیں''۔ ایسے لوگوں کا شمار اللہ کے دوستوں اور اولیاء میں ہوتا ہے۔ ان کے ساتھ خصوصی شفقت کا معاملہ فرمایا جاتا ہے اور انہیں حزن و ملال کے سایوں سے محفوظ رکھا جاتا ہے: ﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾﴾ (یونس) ''آگاہ رہو! یقیناً اولیاء اللہ پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔''

﴿وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۷﴾﴾ ''اور (آخرت میں) ہم انہیں ضرور دیں گے ان کے اجر' اُن کے بہترین اعمال کے مطابق۔''

**آیت ۹۸** ﴿فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿۹۸﴾﴾ ''تو جب آپ قرآن پڑھیں تو اللہ کی پناہ طلب کر لیجیے شیطانِ مردود سے۔''

اس حکم کی رو سے قرآن کی تلاوت شروع کرنے سے پہلے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پڑھنا ضروری ہے۔

**آیت ۹۹** ﴿اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۹۹﴾﴾ ''اس کا کچھ بھی زور نہیں چلتا ان لوگوں پر جو ایمان لائے ہیں اور جو اپنے رب پر توکّل کرتے ہیں۔''

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
((لَيْسَ الْغِنٰى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ' وَلٰكِنَّ الْغِنٰى غِنَى النَّفْسِ)) (صحيح البخارى' كتاب الرقاق' باب الغنى غنى النفس۔ وصحيح مسلم' كتاب الزكاة' باب ليس الغنى عن كثرة العرض)
''دولت مندی اسبابِ دُنیوی کی کثرت سے نہیں ہوتی' بلکہ اصل دولت مند (غنی) تو وہ ہے جس کا دل غنی ہے۔''

**آیت ۱۰۰** ﴿اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ۝۱۰۰﴾ ''اُس کا زور تو انہی لوگوں پر چلتا ہے جو اس سے دوستی کرتے ہیں اور جو اس کو (اللہ کے ساتھ) شریک ٹھہرانے والے ہیں۔''

شیطان کا زور انہی لوگوں پر چلتا ہے جو اُس کو اپنا رفیق اور سرپرست بنا لیتے ہیں اور اللہ کی اطاعت کے بجائے اُس کی اطاعت کرتے ہیں۔ گویا اس کو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرا لیتے ہیں' یا اُس کے بہکانے سے دوسری ہستیوں کو اللہ کا شریک بنا لیتے ہیں۔

## آیات ۱۰۱ تا ۱۱۱

وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ ۭ
بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۝۱۰۱ قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ
لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ۝۱۰۲ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ
يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ۭ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا
لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ۝۱۰۳ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۙ لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ
وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۝۱۰۴ اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ
وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ۝۱۰۵ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ
وَقَلْبُهٗ مُطْمَىِٕنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ
غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۝۱۰۶ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ
الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ۝۱۰۷ اُولٰۗىِٕكَ
الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰي قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ
الْغٰفِلُوْنَ۝۱۰۸ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۝۱۰۹ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ
لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ
بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۝۱۱۰ ع يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَتُوَفّٰى
كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ۝۱۱۱



**آیت ۱۰۱** ﴿وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ﴾ ''اور جب ہم بدلتے ہیں ایک آیت کی جگہ دوسری آیت''

قبل ازیں یہ مضمون سورۃ البقرۃ میں بیان ہو چکا ہے: ﴿مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ۭ﴾ (آیت ۱۰۶)۔ چنانچہ سورۃ البقرۃ کے مطالعے کے دوران اس آیت کے تحت اس مضمون کی وضاحت بھی ہو چکی ہے۔

﴿وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ﴾ ''اور اللہ خوب جانتا ہے جو وہ نازل کرتا ہے''

قرآن کا نزول اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مشیت کے عین مطابق ہو رہا ہے۔ اگر کوئی مخصوص حکم کسی ایک دور کے لیے تھا اور پھر بدلے ہوئے حالات میں اس حکم میں تبدیلی کی ضرورت ہے تو یہ سب کچھ اللہ کے علم کے مطابق ہے اور کسی خاص ضرورت اور حکمت کے تحت ہی کسی حکم میں تبدیلی کی جاتی ہے۔ مگر ایسی تبدیلی کو دیکھتے ہوئے:

﴿قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ ۭ﴾ ''یہ (مشرکین) کہتے ہیں کہ آپؐ خود ہی (اسے) گھڑنے والے ہیں''

کہ پہلے یوں کہا گیا تھا' اب اسے بدل کر یوں کہہ رہے ہیں۔ اگر یہ اللہ کا کلام ہوتا تو اس میں اس طرح کی تبدیلی کیسے ممکن تھی؟

﴿بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۝۱۰۱﴾ ''بلکہ ان میں سے اکثر علم نہیں رکھتے۔''

حقیقت یہ ہے کہ ان کی اکثریت علم سے عاری ہے۔

**آیت ۱۰۲** ﴿قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ﴾ ''آپؐ کہیے کہ اسے نازل کیا ہے روح القدس نے آپؐ کے رب کی طرف سے حق کے ساتھ''

یہاں پر روح القدس کا لفظ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے لیے آیا ہے کہ ایک پاک فرشتہ اس کلام کو لے کر آیا ہے۔

﴿لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''تاکہ وہ ثابت قدم رکھے اہلِ ایمان کو''

سورۃ الفرقان میں یہی مضمون اس طرح بیان کیا گیا ہے: ﴿كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا۝۳۲﴾ ''تاکہ ہم مضبوط کریں اس کے ساتھ آپؐ کے دل کو اور (اسی لیے) ہم نے پڑھ سنایا اسے ٹھہر ٹھہر کر۔''

﴿وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ﴿۱۰۲﴾﴾ ''اور یہ ہدایت اور خوشخبری ہو فرماں برداروں کے لیے۔''

جیسے جیسے حالات میں تبدیلی آ رہی ہے' ویسے ویسے اس قرآن کے ذریعے مسلمانوں کے لیے ہدایت وراہنمائی کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔ مثلاً قصہ آدمؑ وابلیس جب پہلی دفعہ بیان کیا گیا تو اس میں وہ تفصیلات بیان کی گئیں جو اس وقت کے مخصوص معروضی حالات میں حضورﷺ اور مسلمانوں کے لیے جاننا ضروری تھیں۔ پھر جب حالات میں تبدیلی آئی تو یہی قصہ کچھ مزید تفصیلات کے ساتھ پھر نازل کیا گیا اور اسی اصول اور ضرورت کے تحت اس کا نزول بار بار ہوا تا کہ ہر دور کے حالات کے مطابق اہل حق اس میں سے اپنی راہنمائی کے لیے سبق حاصل کر سکیں۔

**آیت ۱۰۳** ﴿وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ﴾ ''اور ہمیں خوب معلوم ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اس کو تو ایک انسان سکھاتا ہے۔''

مشرکین رسول اللہﷺ پر ایک الزام یہ لگا رہے تھے کہ آپ نے کسی عجمی غلام کو یا اہلِ کتاب میں سے کسی آدمی کو اپنے گھر میں چھپا رکھا ہے' جو تورات کا عالم ہے۔ اس سے آپ یہ ساری باتیں سیکھتے ہیں اور پھر وحی کے نام پر ہمیں سناتے ہیں اور ہم پر دھونس جماتے ہیں۔

﴿لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ﴿۱۰۳﴾﴾ ''یہ لوگ جس کی طرف غلط طور پر منسوب کر رہے ہیں اُس کی زبان تو (ان کے بقول) عجمی ہے اور یہ (قرآن) فصیح عربی زبان ہے۔''

چنانچہ یہ الزام لگاتے ہوئے ان کو خود سوچنا چاہیے کہ کوئی عجمی ایسی فصیح وبلیغ عربی زبان کیسے بول سکتا ہے!

**آیت ۱۰۴** ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۙ لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴿۱۰۴﴾﴾ ''یقیناً جو لوگ اللہ کی آیات پر ایمان نہیں رکھتے' اللہ انہیں ہدایت نہیں دے گا اور اُن کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

اللہ کا یہ طریقہ نہیں کہ کسی کو زبردستی کھینچ کر ہدایت کی طرف لے آئے۔

**آیت ۱۰۵** ﴿اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ﴿۱۰۵﴾﴾ ''جھوٹ تو وہی لوگ گھڑتے ہیں جو اللہ کی آیات پر ایمان نہیں رکھتے'



اور وہی لوگ ہیں جو جھوٹے ہیں۔''

**آیت ۱۰۶** ﴿مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ﴾ ''اور جو کوئی کفر کرے اللہ کا اپنے ایمان لانے کے بعد''

اس کا اطلاق ایمان کی دونوں کیفیتوں پر ہوگا۔ ایک یہ کہ دل میں ایمان آ گیا' بات پوری طرح دل میں بیٹھ گئی' دل میں یقین کی کیفیت پیدا ہو گئی کہ ہاں یہی حق ہے مگر زبان سے ابھی اقرار نہیں کیا۔ ایمان کی دوسری کیفیت یہ ہے کہ دل بھی ایمان لے آیا اور زبان سے ایمان کا اقرار بھی کر لیا۔ چنانچہ ان دونوں درجوں میں سے کسی بھی درجے میں اگر انسان نے حق کو حق جان لیا' دل میں یقین پیدا ہو گیا مگر پھر کسی مصلحت کا شکار ہو گیا اور حق کا ساتھ دینے سے کنی کترا گیا تو اس پر اس حکم کا اطلاق ہوگا۔

﴿اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ﴾ ''سوائے اس کے کہ کوئی شخص مجبور کر دیا گیا ہو اور اُس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو'

کسی کی جان پر بنی ہوئی تھی اور اس حالت میں کوئی کلمہ کفر اس کی زبان سے ادا ہو گیا' مگر اس کا دل بدستور حالت ایمان میں مطمئن رہا تو ایسا شخص اللہ کے ہاں معذور سمجھا جائے گا۔

﴿وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴿۱۰۶﴾﴾ ''مگر جس نے کھول دیا کفر کے ساتھ (اپنا) سینہ تو ایسے لوگوں پر اللہ کا غضب ہے' اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔''

اوپر بیان کیے گئے استثناء کے مطابق مجبوری کی حالت میں تو کلمہ کفر کہنے والے کو معاف کر دیا جائے گا (بشرطیکہ اس کا دل ایمان پر پوری طرح مطمئن ہو) مگر جو شخص کسی وجہ سے پورے شرحِ صدر کے ساتھ کفر کی طرف لوٹ گیا' وہ اللہ کے غضب اور بہت بڑے عذاب کا مستحق ہو گیا۔

**آیت ۱۰۷** ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ﴾ ''یہ اس لیے کہ انہوں نے دنیا کی زندگی کو محبوب رکھا آخرت کے مقابلے میں''

﴿وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ﴿۱۰۷﴾﴾ ''اور یہ (اللہ کا قاعدہ ہے) کہ اللہ ایسے کافروں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔''

**آیت ۱۰۸** ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۚ﴾ ''یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں' کانوں اور آنکھوں پر اللہ نے مہر کر دی ہے۔''

﴿وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۝۱۰۸﴾ ''اور یہی لوگ ہیں جو غافل ہیں۔''

**آیت ۱۰۹** ﴿لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝۱۰۹﴾ ''اب اس میں کوئی شک نہیں کہ یہی لوگ ہیں جو آخرت میں خسارے والے ہوں گے۔''

یہ وہ لوگ ہیں جو دُنیوی زندگی کی محبت میں حق سے منہ موڑ کر غفلت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ اب ان کے اس طرزِ عمل کا منطقی نتیجہ یہ ہوگا کہ آخرت کی بھلائیوں میں ان کے لیے کوئی حصہ نہیں ہوگا۔

اگلی آیت میں پھر ہجرت کا ذکر آ رہا ہے' جو اس سے پہلے آیت ۴۱ میں بھی آ چکا ہے۔

**آیت ۱۱۰** ﴿ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۱۰﴾ ''پھر یقیناً آپؐ کا رب ان کے حق میں جنہوں نے ہجرت کی' اس کے بعد کہ انہیں تکالیف پہنچائی گئیں' پھر انہوں نے جہاد کیا اور صبر کیا' یقیناً آپؐ کا رب اس (سب کچھ) کے بعد بخشنے والا' نہایت رحم والا ہے۔''

جن مؤمنین پر مکہ میں مصائب کے پہاڑ توڑے گئے' ان حالات میں انہوں نے ہجرت کی' پھر وہ جہاد بھی کرتے رہے' اس طرح راہِ حق میں آنے والی آزمائشوں کے تمام مراحل انہوں نے کمال صبر سے طے کیے' اللہ تعالیٰ انہیں ان کی اِن قربانیوں اور سرفروشیوں کا ضرور اجر دے گا۔ انہیں بخشش عطا فرمائے گا اور ان کی طرف نظرِ رحمت فرمائے گا۔

**آیت ۱۱۱** ﴿يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا﴾ ''جس دن آئے گی ہر جان اپنی طرف سے مدافعت کرتے ہوئے''

روزِ قیامت ہر شخص چاہے گا کہ کسی نہ کسی طرح جہنم کی سزا سے اس کی جان چھوٹ جائے۔ لہٰذا اس کے لیے وہ مختلف عذر پیش کرے گا۔

﴿وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝۱۱۱﴾ ''اور (بدلہ میں) پورا پورا دیا جائے گا ہر جان کو جو کچھ اس نے کمایا ہوگا اور اُن پر ذرا بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔''



## آیات ۱۱۲ تا ۱۱۹

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ۝ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۖ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْۗءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

**آیت ۱۱۲** ﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ﴾ ''اور اللہ نے مثال بیان کی ہے ایک بستی کی جو بالکل امن و اطمینان کی حالت میں تھی' آتا تھا اس کے پاس اس کا رزق بافراغت ہر طرف سے''

﴿فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝۱۱۲﴾ ''تو اُس نے ناشکری کی اللہ کی نعمتوں کی' تو اسے چکھا (پہنا) دیا اللہ نے لباس بھوک اور خوف کا' اُن کے کرتوتوں کی پاداش میں۔''

اس تمثیل کے بارے میں مختلف آراء ہیں۔ ایک رائے تو یہ ہے کہ یہ ایک عام تمثیل ہے اور کسی خاص بستی سے متعلق نہیں۔ کچھ مفسرین کا خیال ہے کہ یہ قومِ سبا کی مثال ہے جس کے

بارے میں تفصیل آگے چل کر سورۂ سبا میں آئے گی۔ ایک تیسری رائے یہ ہے کہ اس مثال کے آئینے میں مکّہ اور اہلِ مکّہ کا ذکر ہے کہ یہ شہر ہمیشہ سے امن وسکون کا گہوارہ چلا آ رہا تھا اور یہاں اہل مکّہ کی تجارتی سرگرمیوں اور حج وعمرہ کے اجتماعات کے باعث خوشحالی اور فارغ البالی بھی تھی۔ دنیا بھر سے انواع واقسام کا رزق فراوانی سے ان کے پاس چلا آتا تھا' مگر حضور ﷺ کی بعثت کے بعد آپؐ کی دعوت کا انکار کرنے کی پاداش میں اس شہر کے باشندوں پر قحط کا عذاب مسلّط کر دیا گیا تھا۔ مکّہ میں یہ قحط اسی قانونِ خداوندی کے تحت آیا تھا جس کا ذکر سورۃ الانعام کی آیت ۴۲ اور سورۃ الاعراف کی آیت ۹۴ میں ہوا ہے۔ اس اصول یا قانون کے تحت ہر رسولؑ کی بعثت کے بعد متعلقہ قوم پر چھوٹے چھوٹے عذاب آتے ہیں تاکہ انہیں خوابِ غفلت سے جاگنے اور سنبھلنے کا موقع مل جائے اور وہ رسول پر ایمان لا کر بڑے عذاب سے بچ جائیں۔

تاویل خاص کے اعتبار سے اس مثال میں یقیناً مکہ ہی کی طرف اشارہ ہے مگر اس کی عمومی حیثیت بھی مدنظر رہنی چاہیے کہ کوئی بستی بھی اس قانونِ خداوندی کی زد میں آ سکتی ہے۔ جیسے پاکستان کے عروس البلاد کراچی کے حالات کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ ایک وقت وہ تھا جب کراچی میں امن وامان' وسائلِ رزق کی فراوانی اور خوشحالی کی کیفیت ملک بھر کے لوگوں کے لیے باعثِ کشش تھی' مگر پھر دیکھتے ہی دیکھتے یہ شہر وہی نقشہ پیش کرنے لگا جس کی جھلک اس آیت میں دکھائی گئی ہے۔ یعنی کفرانِ نعمت کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے اس کے باشندوں کو بھوک اور خوف کا لباس پہنا دیا۔

**آیت ۱۱۳** ﴿وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ﴿۱۱۳﴾﴾ ''اور آیا ان کے پاس ایک رسول انہی میں سے تو انہوں نے اس کو جھٹلا دیا' پس آ پکڑا انہیں عذاب نے اور وہ خود ہی ظالم تھے۔''

**آیت ۱۱۴** ﴿فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪﴾ ''پس (اے اہلِ ایمان) تم کھایا کرو اُس میں سے جو اللہ نے تمہیں رزق دیا ہے حلال اور پاکیزہ چیزیں''

﴿وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ﴿۱۱۴﴾﴾ ''اور اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرو اگر تم واقعتاً اُسی کی بندگی کرتے ہو۔''

نوٹ کیجیے کہ اللہ کی نعمتوں کا ذکر مختلف انداز میں اس سورت میں بار بار آ رہا ہے۔

**آیت ۱۱۵** ﴿اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ



بِهٖ ۚ﴾ ''اُس نے تو بس حرام کیا ہے تم پر مُردار' خون' خنزیر کا گوشت اور وہ چیز جس پر نام پکارا جائے اللہ کے سوا کسی اور کا۔''

﴿فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴿۱۱۵﴾﴾ ''پھر جو کوئی مجبور ہو جائے' (لیکن) نہ وہ طالب ہو' نہ حد سے بڑھنے والا' تو اللہ یقیناً بخشنے والا' نہایت رحم والا ہے۔''

یعنی انتہائی مجبوری کی حالت میں' جان بچانے کے لیے وقتی طور پر بقدر ضرورت ان حرام اشیاء کو استعمال میں لا کر جان بچائی جا سکتی ہے' مگر نہ تو دل میں ان کی طلب ہو' نہ اللہ سے سرکشی کا ارادہ' اور نہ ہی ایسی حالت میں وہ چیز ضرورت سے زیادہ کھائی جائے۔

**آیت ۱۱۶** ﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ﴾ ''اور مت کہو جس کے متعلق تمہاری زبانیں جھوٹ گھڑتی ہیں کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے''

حلال اور حرام کا فیصلہ کرنے کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ یہ ایک سنجیدہ معاملہ ہے' اس لیے اس بارے میں غیر محتاط رویّہ اختیار نہیں کرنا چاہیے کہ بغیر علم' دلیل اور سند کے جو منہ میں آیا کہہ دیا۔

﴿لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ﴾ ''تاکہ تم اللہ کی طرف جھوٹ منسوب کرو۔''

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ﴿۱۱۶﴾﴾ ''یقیناً جو لوگ اللہ کی طرف جھوٹ منسوب کرتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے۔''

**آیت ۱۱۷** ﴿مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۠ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴿۱۱۷﴾﴾ ''برتنے کا سامان ہے (دُنیوی زندگی میں) تھوڑا سا' اور پھر ان لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

**آیت ۱۱۸** ﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ﴾ ''اور اُن لوگوں پر جو یہودی ہوئے ہم نے حرام کی تھیں (وہ چیزیں) جو ہم بیان کر چکے ہیں آپؐ پر اس سے پہلے۔''

اس بارے میں تفصیل سورۂ آل عمران: ۹۳' النساء: ۱۶۰ اور الانعام: ۱۴۶ میں گزر چکی ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی مرضی سے اپنے اوپر اونٹ کا گوشت حرام کر لیا تھا' جس کی تعمیل بعد میں وہ پوری قوم کرتی رہی۔ اس کے علاوہ مختلف حیوانات کی چربی بھی بنی اسرائیل پر حرام کر دی گئی تھی۔

﴿وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ﴿۱۱۸﴾﴾ ''اور ہم نے اُن پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم ڈھاتے رہے۔''

**آیت ۱۱۹** ﴿ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴿۱۱۹﴾﴾ ''پھر یقیناً آپؐ کا رب ان لوگوں کے حق میں جو جہالت سے کوئی بُرا کام کر بیٹھیں' پھر اس کے بعد وہ توبہ کر لیں اور اصلاح کر لیں' تو یقیناً آپؐ کا رب اس کے بعد بہت بخشنے والا' نہایت رحم کرنے والا ہے۔''

جو لوگ جذبات کی رو میں بہہ کر یا نادانی میں کوئی گناہ کر بیٹھیں' پھر توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لیں اور غلط روش سے باز آ جائیں تو ایسے لوگوں کے حق میں اللہ تعالیٰ ضرور غفور و رحیم ہے۔

## آیات ۱۲۰ تا ۱۲۸

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ؕ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ﴿۱۲۰﴾
شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ؕ اِجْتَبٰىهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴿۱۲۱﴾ وَاٰتَيْنٰهُ فِي
الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴿۱۲۲﴾ ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ
اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴿۱۲۳﴾ اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ
عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا
فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ﴿۱۲۴﴾ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ
وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ
وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ﴿۱۲۵﴾ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ
وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ﴿۱۲۶﴾ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا
تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ﴿۱۲۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا
وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ﴿۱۲۸﴾ ع

**آیت ۱۲۰** ﴿اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ؕ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴿۱۲۰﴾﴾ ''یقیناً ابراہیمؑ ایک اُمّت تھے' اللہ کے لیے فرمانبردار اور یکسو' اور آپؑ مشرکین میں سے



نہیں تھے۔''

اَمَّ یَؤُمُّ کے لغوی معنی قصد کرنے کے ہیں۔ سورۂ یوسف (آیت ۴۵) میں اُمَّة کا لفظ وقت اور مدت کے لیے بھی استعمال ہوا ہے (وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ)۔ وقت اور زمانے کے بھی ہم پیچھے چلتے ہیں تو گویا اس کا قصد کرتے ہیں۔ اسی طرح راستے پر چلتے ہوئے بھی انسان اس کا قصد کرتا ہے۔ اس حوالے سے لفظ اُمَّة وقت اور راستے کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح جب بہت سے لوگ ایک نظریے کا قصد کر کے اکٹھے ہو جائیں تو انہیں بھی اُمَّة کہا جاتا ہے' یعنی ہم مقصد لوگوں کی جماعت۔ چنانچہ اسی معنی میں سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۴۳ میں فرمایا گیا: ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ﴾۔ اس لحاظ سے آیت زیر نظر میں لفظ اُمت کا مفہوم یہ ہوگا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک راستہ بنانے والے' اور ایک ریت ڈالنے والے تھے' اور اس طرح آپؑ اپنی ذات میں گویا ایک اُمت تھے۔ جب دنیا میں کوئی مسلمان نہ تھا اور پوری دنیا کفر کے راستے پر گامزن تھی تو آپؑ تن تنہا اسلام کے علمبردار تھے۔

**آیت ۱۲۱** ﴿شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ؕ اِجْتَبٰىهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴿۱۲۱﴾﴾ ''شکر گزار تھے اُس کی نعمتوں کے۔ اللہ نے ان کو پسند کر لیا تھا اور اُن کو ہدایت دی تھی سیدھی راہ کی طرف۔''

**آیت ۱۲۲** ﴿وَاٰتَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴿۱۲۲﴾﴾ ''اور ان کو ہم نے دنیا میں بھی بھلائی عطا کی تھی' اور یقیناً آخرت میں بھی وہ نیک بندوں میں سے ہوں گے۔''

**آیت ۱۲۳** ﴿ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴿۱۲۳﴾﴾ ''پھر (اے محمد ﷺ!) ہم نے وحی کی آپ کی طرف کہ پیروی کیجئے ملتِ ابراہیمؑ کی یکسو ہو کر' اور وہؑ ہرگز مشرکین میں سے نہ تھے۔''

**آیت ۱۲۴** ﴿اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ﴾ ''ہفتہ کا دن تو انہی لوگوں کے لیے معیّن کیا گیا تھا جنہوں نے اس میں اختلاف کیا تھا۔''

دراصل بنی اسرائیل کے لیے اللہ تعالیٰ نے عبادت کے لیے جمعہ کا دن ہی مقرر فرمایا تھا' مگر انہوں نے اپنی شرارت کی وجہ سے اس کی ناقدری کی اور اسے چھوڑ کر ہفتہ کا دن اختیار کر

لیا۔ چنانچہ بعد میں اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اس حیثیت میں ہفتہ کا دن ہی مقرر کر دیا۔

﴿وَاِنَّ رَبَّکَ لَیَحۡکُمُ بَیۡنَہُمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ فِیۡمَا کَانُوۡا فِیۡہِ یَخۡتَلِفُوۡنَ﴿۱۲۴﴾﴾

’’اور یقیناً آپؐ کا رب اُن کے مابین فیصلہ کرے گا قیامت کے دن اُن چیزوں میں جن میں وہ اختلاف کرتے تھے۔‘‘

**آیت ۱۲۵** ﴿اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ وَالۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ﴾ ’’آپؐ دعوت دیجیے اپنے رب کے راستے کی طرف دانائی اور اچھی نصیحت کے ساتھ‘‘

یہ دعوت الی الحق کا طریقہ اور اس کے آداب کا ذکر ہے‘ جیسا کہ سورۂ یوسف‘ آیت ۱۰۸ میں فرمایا گیا: ﴿قُلۡ ہٰذِہٖ سَبِیۡلِیۡۤ اَدۡعُوۡۤا اِلَی اللّٰہِ ۟ؔ عَلٰی بَصِیۡرَۃٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیۡ ؕ﴾ ’’(اے نبیﷺ!) آپ کہہ دیجیے کہ یہ میرا راستہ ہے‘ میں اللہ کی طرف بلا رہا ہوں پوری بصیرت کے ساتھ‘ میں خود بھی اور میرے پیروکار بھی (اس راستے پر گامزن ہیں)۔‘‘

﴿وَجَادِلۡہُمۡ بِالَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ ؕ﴾ ’’اور ان سے بحث کیجیے بہت اچھے طریقے سے۔‘‘

﴿اِنَّ رَبَّکَ ہُوَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ ضَلَّ عَنۡ سَبِیۡلِہٖ وَہُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُہۡتَدِیۡنَ﴿۱۲۵﴾﴾

’’یقیناً آپؐ کا رب خوب واقف ہے اُن سے جو اُس کے راستے سے بھٹک گئے ہیں اور وہ خوب جانتا ہے اُن کو بھی جو راہِ ہدایت پر ہیں۔‘‘

اپنے موضوع کے حوالے سے یہ بہت عظیم آیت ہے۔ اس میں انسانی معاشرے کے اندر انسانوں کی تین بنیادی اقسام کے حوالے سے دعوتِ دین کے تین مدارج بیان کیے گئے ہیں‘ مگر عام طور پر اس آیت کا ترجمہ اور تشریح کرتے ہوئے اس پہلو کو اجاگر نہیں کیا جاتا۔

کسی بھی معاشرے میں علم و دانش کی بلند ترین سطح پر وہ لوگ ہوتے ہیں جنہیں اس معاشرے کا دانشور طبقہ (intelligentsia) یا ذہین اقلیت (intellectual minority) کہا جاتا ہے۔ اس طبقے کی حیثیت اس معاشرے یا قوم کے دماغ کی سی ہوتی ہے۔ یہ لوگ اگرچہ تعداد کے لحاظ سے بہت چھوٹی اقلیت پر مشتمل ہوتے ہیں مگر کسی معاشرے کی مجموعی سوچ اور اس کے مزاج کا رخ متعیّن کرنے میں اُن کا کردار یا حصہ فیصلہ کن حیثیت کا حامل ہوتا ہے۔ ان لوگوں کو جذباتی تقاریر اور خوش کُن وعظ متاثر نہیں کر سکتے‘ بلکہ ایسے لوگ کسی سوچ یا نظریے کو قبول کرتے ہیں تو مصدّقہ علمی و منطقی دلیل سے قبول کرتے ہیں اور اگر رد کرتے ہیں تو



ایسی ہی ٹھوس دلیل سے ردّ کرتے ہیں۔

آیت زیر نظر میں بیان کردہ پہلا درجہ ایسے ہی لوگوں کے لیے ہے اور وہ ہے ’’حکمت‘‘۔ یہ علم و عقل کی پختگی کی بہت اعلیٰ سطح ہے۔ سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۶۹ میں اللہ تعالیٰ نے حکمت کو ’خیرِ کثیر‘ قرار دیا ہے: ﴿وَمَنۡ یُّؤۡتَ الۡحِکۡمَۃَ فَقَدۡ اُوۡتِیَ خَیۡرًا کَثِیۡرًا ؕ﴾۔ قرآن میں تین مقامات (البقرۃ ۱۲۹‘ آل عمران: ۱۶۴ اور الجمعہ: ۲) پر اِن مراحل اور درجات کا ذکر کیا گیا ہے جن کے تحت حضورﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی تربیت فرمائی۔ ان میں بلند ترین مرحلہ یا درجہ حکمت کا ہے۔ حکمت کے سبب کسی انسان کی سوچ اور علم میں پختگی آتی ہے‘ اس کی گفتگو میں جامعیت پیدا ہوتی ہے اور اس کی تجزیاتی اہلیت بہتر ہو جاتی ہے۔ اس طرح وہ کسی سے بات کرتے ہوئے یا کسی کو دین کی دعوت دیتے ہوئے معروضی صورتِ حال‘ مخاطب کے ذہنی رجحان اور ترجیحات کا درست تجزیہ کرنے کے بعد اپنی گفتگو کے نکات اور دلائل کو ترتیب دیتا ہے۔ اسے خوب اندازہ ہوتا ہے کہ کس وقت اسے کیا پیش کرنا ہے اور کس انداز میں پیش کرنا ہے۔ کون سا نکتہ بنیادی حیثیت کا درجہ رکھتا ہے اور کون سی دلیل ثانوی اہمیت کی حامل ہے۔ بہرحال کسی بھی معاشرے کے وہ لوگ جو علم‘ عقل اور شعور میں غیر معمولی اہلیت کے حامل ہوں‘ اُن کو دعوت دینے کے لیے بھی کسی ایسے داعی کی ضرورت ہے جو خود بھی علم و حکمت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہو اور ان سے برابری کی سطح پر کھڑے ہو کر بات کر سکے۔ کیونکہ جب قرآن اپنے مخالفین کو چیلنج کرتا ہے: ﴿ہَاتُوۡا بُرۡہَانَکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ﴿۱۱۱﴾﴾ (البقرۃ) ’’اپنی دلیل لاؤ اگر تم واقعی سچے ہو‘‘۔ تو ایسی صورت میں ہمارے مخالفین کو بھی حق ہے کہ وہ بھی ہم سے دلیل مانگیں اور ہمارا فرض ہے کہ ہم عقل اور منطق کی اعلیٰ سے اعلیٰ سطح پر ان کی تسلی و تشفی کا سامان فراہم کریں۔ لہٰذا آیت زیر نظر میں دعوت و تبلیغ کا پہلا درجہ حکمت بیان کیا گیا ہے جس کا حق ادا کرنے کے لیے داعی کا صاحبِ حکمت اور حکیم ہونا لازمی ہے۔

حکمت کے بعد دوسرا درجہ ’’موعظۂ حسنہ‘‘ کا ہے‘ یعنی اچھا خوبصورت وعظ۔ یہ درجہ عوام الناس کے لیے ہے۔ کسی بھی معاشرے میں اکثریت ایسے لوگوں پر مشتمل ہوتی ہے جن کے ذہنوں میں عقل اور منطق کی چھلنیاں نہیں لگی ہوتیں۔ چنانچہ ایسے لوگوں کے لیے منطقی مباحث اور فلسفیانہ تقاریر ’’تکلیف مالا یطاق‘‘ کے مترادف ہیں۔ ان کے دل کھلی کتاب اور ذہن صاف سلیٹ کی مانند ہوتے ہیں‘ آپ ان پر جو لکھنا چاہیں لکھ لیں۔ ایسے لوگوں کو دعوت دینے کے لیے ان کے جذبات کو اپیل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ پُرتاثیر وعظ اور خلوص و ہمدردی سے کی گئی

بات سے متاثر ہو جاتے ہیں۔ ان کو احساس ہو جاتا ہے کہ داعی ہم پر اپنے علم کا رعب نہیں ڈالنا چاہتا‘ ہم پر دھونس نہیں جمانا چاہتا‘ وہ ہم سے اظہارِ نفرت نہیں کر رہا‘ ہماری تحقیر نہیں کر رہا‘ بلکہ اس کے پیش نظر ہماری خیر خواہی ہے۔ چنانچہ داعی کے دل سے نکلی ہوئی بات ”از دل خیزد بر دل ریزد“ کے مصداق سیدھی ان کے دلوں میں اتر جاتی ہے۔

دعوتِ حق کا تیسرا درجہ ﴿جَادِلۡهُمۡ بِالَّتِىۡ هِىَ اَحۡسَنُ﴾ اُن عناصر کے لیے ہے جو کسی معاشرے میں خلقِ خدا کو گمراہ کرنے کے مشن کے علمبردار ہوتے ہیں۔ آج کل بہت سی تنظیموں کی طرف سے باقاعدہ پیشہ وارانہ تربیت سے ایسے لوگ تیار کر کے میدان میں اتارے جاتے ہیں۔ یہ لوگ خلوص واخلاص سے کی گئی بات کو کسی قیمت پر ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ ہر حال میں اپنے نظریے اور موقف کی طرف داری کرنا ان لوگوں کی مجبوری ہوتی ہے‘ چاہے وہ کسی علمی وعقلی دلیل سے ہو یا ہٹ دھرمی سے۔ ایسے لوگوں کو مُسکتِ جواب دے کر لاجواب کرنا ضروری ہوتا ہے‘ ورنہ بعض اوقات عوامی سطح کے اجتماعات میں اُن کی بحث برائے بحث کی پالیسی بہت خطرناک ہو سکتی ہے‘ جس سے عوام الناس کے ذہن منفی طور پر متاثر ہو سکتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے بحث ومباحثہ کے عمل کو ہمارے ہاں ”مناظرہ“ کہا جاتا ہے‘ جبکہ قرآن نے اسے ”مجادلہ“ کہا ہے۔ بہر حال قرآن نے اپنے پیروکاروں کے لیے اس میں بھی اعلیٰ معیار مقرر کر دیا ہے کہ مخالفین سے مجادلہ بھی ہو تو احسن انداز میں ہو۔ اگر آپ کا مخالف کسی طور سے گھٹیا پن کا مظاہرہ بھی کرے تب بھی آپ کو جواب میں اچھے اخلاق کا دامن ہاتھ سے چھوڑنے کی اجازت نہیں‘ جیسا کہ سورۃ الانعام کی آیت ۱۰۸ میں حکم دیا گیا: ﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدۡوًاۢ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ﴾ ”اور جن کو یہ (مشرک) اللہ کے سوا پکارتے ہیں انہیں برا بھلا نہ کہو کہ کہیں یہ بھی بغیر سوچے سمجھے مخالفت میں اللہ کو برا بھلا کہنے لگ جائیں“۔ آج کل مختلف مذاہب کی تنظیمیں مثلاً عیسائی مشنریز باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت اسلام کو ہدف بنانے کے لیے کچھ خاص موضوعات اور مسائل کو ایک مخصوص انداز میں پیش کرتی ہیں۔ یہ لوگ ایسے موضوعات ومسائل پر مناظرے کرنے کے لیے باقاعدہ ٹریننگ کے ذریعے سپیشلسٹ (specialist) تیار کرتے ہیں۔ ایسے پیشہ وارانہ لوگوں کے مقابلے اور مجادلے کے لیے داعیانِ حق کو خصوصی تعلیم وتربیت دینے کی ضرورت ہے۔

**آیت ۱۲۶** ﴿وَاِنۡ عَاقَبۡتُمۡ فَعَاقِبُوۡا بِمِثۡلِ مَا عُوۡقِبۡتُمۡ بِهٖ﴾ ”اور (اے مسلمانو!) اگر تم



بدلہ لو تو اسی قدر جس قدر تمہیں تکلیف دی گئی ہو۔“

﴿وَلَئِنۡ صَبَرۡتُمۡ لَهُوَ خَيۡرٌ لِّلصّٰبِرِيۡنَ ۝۱۲۶﴾ ”اور اگر تم صبر کرو تو یہ صبر کرنے والوں کے حق میں بہتر ہے۔“

**آیت ۱۲۷** ﴿وَاصۡبِرۡ وَمَا صَبۡرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ﴾ ”اور (اے نبی ﷺ!) آپ صبر کیجیے اور آپ کا صبر تو اللہ ہی کے سہارے پر ہے“

یہ حکم براہِ راست رسول اللہ ﷺ کے لیے ہے اور آپ ﷺ کی وساطت سے تمام مسلمانوں کے لیے بھی۔ اس سلسلے میں حقیقت یہ ہے کہ اللہ پر جس قدر اعتماد ہوگا‘ جیسا اس پر توکّل ہوگا‘ جتنا پختہ اس کے وعدوں پر یقین ہوگا‘ اسی انداز میں انسان صبر بھی کر سکے گا۔

﴿وَلَا تَحۡزَنۡ عَلَيۡهِمۡ وَلَا تَكُ فِىۡ ضَيۡقٍ مِّمَّا يَمۡكُرُوۡنَ ۝۱۲۷﴾ ”اور آپؐ ان پر غم نہ کریں‘ اور نہ آپ تنگی میں پڑیں اس بارے میں جو سازشیں یہ لوگ کر رہے تھے۔“

یہ لوگ اپنے کرتوتوں کے سبب عذاب کے مستحق ہو چکے ہیں۔ چنانچہ آپؐ ان کے انجام کے بارے میں بالکل رنجیدہ اور فکر مند نہ ہوں اور نہ ہی ان کی سازشوں اور گھٹیا معاندانہ سرگرمیوں کے بارے میں سوچ کر آپؐ اپنا دل میلا کریں۔

**آیت ۱۲۸** ﴿اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيۡنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيۡنَ هُمۡ مُّحۡسِنُوۡنَ ۝۱۲۸﴾ ”یقیناً اللہ اہلِ تقویٰ اور نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔“

جو لوگ تقویٰ کی روش اختیار کرتے ہوئے درجۂ احسان پر فائز ہو گئے ہیں‘ اللہ کی معیّت‘ نصرت اور تائید اُن کے شاملِ حال رہے گی۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کے ساتھ ہو گا تو یہ مشرکین آپ کو کچھ گزند نہیں پہنچا سکتے۔ ؎

کیا ڈر ہے اگر ساری خدائی ہے مخالف — کافی ہے اگر ایک خدا میرے لیے ہے!

بارك الله لی ولكم فی القرآن العظيم ‘ ونفعنی وایاكم بالآيات والذِّكر الحكيم

(تمّت سُورةُ النَّحل)

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث نبویؐ آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور دعوت وتبلیغ کے لیے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔ لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

# اسلامی آدابِ معاشرت

بانیٔ تنظیم اسلامی **ڈاکٹر اسرار احمد** رحمۃ اللہ علیہ

کا ۲۵/ جنوری ۲۰۰۸ء کا خطبہ جمعہ

خطبۂ مسنونہ کے بعد:

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ  بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

**وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ ھَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَھُمُ الْجٰھِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۝ وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّھِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا ۝ وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَھَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَھَا کَانَ غَرَامًا ۝ اِنَّھَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ۝ وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَکَانَ بَیْنَ ذٰلِکَ قَوَامًا ۝** (الفرقان)

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ:

((مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیَقُلْ خَیْرًا اَوْ لِیَصْمُتْ ، وَمَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُکْرِمْ جَارَہٗ ، وَمَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُکْرِمْ ضَیْفَہٗ))(۱)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اچھی بات کہے یا پھر خاموش رہے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے ہمسائے کی عزت کرے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو اور یومِ آخرت کو مانتا ہے وہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔‘‘

(۱) صحیح البخاری‘کتاب الرقاق‘ باب حفظ اللسان.....وصحیح مسلم‘کتاب الایمان‘ باب الحث علی اکرام الجار والضیف .....



معزز سامعینِ کرام!

امام یحییٰ بن شرف الدین النووی رحمۃ اللہ علیہ کے شہرۂ آفاق مجموعۂ احادیث ’’اربعین‘‘ کے سلسلہ وار مطالعہ کے ضمن میں آج ہمارے زیر مطالعہ حدیث نمبر چودہ ہے۔ اس حدیث اور آگے آنے والی چند احادیث کو ہم ایک مجموعی نام ’’اسلامی آدابِ معاشرت‘‘ دے سکتے ہیں۔ ان میں حسنِ معاشرت‘ حسنِ آداب‘ شرافت و مروّت‘ تحمل و بردباری‘ تہذیب و شائستگی اور اللہ کی نگاہ میں ایک عمدہ شخصیت کے خدوخال کا بیان ہے۔ پھر اس شخصیت کے اوصاف‘ اس کی صفات اور علامات کا بھی تذکرہ ہے۔

## عباد الرحمٰن (اللہ کے محبوب بندوں) کے اوصاف

زیر درس حدیث میں بیان شدہ مضمون قرآن مجید میں بھی آیا ہے۔ سورۃ الفرقان کے آخری رکوع میں اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کے حوالے سے کچھ اوصاف بیان کیے ہیں اور انہیں ’’عِبَادُ الرَّحْمٰنِ‘‘ (رحمٰن کے بندے) کا نام دیا ہے۔ ویسے تو تمام مسلمان بلکہ تمام انسان اللہ کے بندے ہیں‘ لیکن یہاں پر اللہ کے پسندیدہ اور محبوب بندے مراد ہیں جن سے اللہ محبت کرتا ہے —— ان کے چند اوصاف کا تذکرہ بایں طور کیا گیا ہے:

(۱) تواضع و انکساری: ﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ ھَوْنًا﴾ ’’رحمٰن کے (پسندیدہ) بندے وہ ہیں جو زمین میں چلتے ہیں آہستگی کے ساتھ‘‘۔ یعنی اُن کی چال سے تواضع و انکساری نمایاں ہوتی ہے۔ کسی انسان کی چال بتا دیتی ہے کہ اس کی ذہنی کیفیت کیا ہے۔ جیسے انگریزی میں کہتے ہیں: Face is the index of mind یعنی چہرے کا اُتار چڑھاؤ‘ اس کے رنگ کی تبدیلی اور پیشانی پر آنے والے قطرے بتا دیتے ہیں کہ انسان کی اندرونی کیفیت اس وقت کیا ہے۔ اسی طرح چال سے انسانی ذہن کی کیفیت عیاں ہو جاتی ہے کہ آیا اس میں غرور و تکبر کے جذبات ہیں یا یہ انکساری اور خاکساری کے جذبات سے لبریز ہے۔

چال میں تواضع کا ذکر قرآن مجید میں کئی مرتبہ آیا ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل میں

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ﴿۳۷﴾﴾ ''اور تم زمین پر اکڑ کر (یعنی زور زور سے پیر مار کر) مت چلو اس لیے کہ تم زمین کو ہرگز پھاڑ نہیں سکتے اور (کتنی ہی تم گردن اکڑا لو) پہاڑوں کی اونچائی تک نہیں پہنچ سکتے''۔ اسی طرح سورۂ لقمان میں ارشاد ہے: ﴿وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ﴿۱۸﴾﴾ ''اور زمین میں اکڑ کر نہ چلو۔ یقیناً اللہ کسی تکبر اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔''

(۲) ہٹ دھرمی کے جواب میں بہترین طرزِ عمل: عبادالرحمٰن کی دوسری صفت یہ بیان فرمائی: ﴿وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿۶۳﴾﴾ ''اور جب ان سے مخاطب ہوتے ہیں 'جاہل' تو وہ سلامتی والی بات کرتے ہیں''۔ اردو میں جاہل اَن پڑھ کو کہتے ہیں لیکن عربی میں جاہل کے معنی ہیں: جذباتی اور مشتعل مزاج انسان۔ یعنی ایک انسان وہ ہے جو اپنی عقل سے رہنمائی حاصل کرتا ہے جبکہ اس کے مقابلے میں ایک وہ ہے جو جذبات کی رو میں بہہ جاتا ہے' تو اس دوسرے مزاج کے حامل شخص کو عربی میں ''جاہل'' کہتے ہیں۔ آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ جب کوئی جذباتی اور اکھڑ مزاج شخص اللہ کے بندوں سے الجھنا چاہے یا بحث وتمحیص کرے تو یہ انتہائی ٹھنڈے دماغ سے اُس کا جواب دیتے ہیں۔

نوٹ کیجیے کہ جو اللہ کا بندہ ہوگا وہ یقیناً اللہ کا داعی بھی ہوگا' لیکن اس کی دعوت کا اسلوب بڑا حکیمانہ ہوگا۔ دعوت کا ایک انداز تو یہ ہے کہ آپ جا کر کسی کے سر پر سوار ہو جائیں اور اس سے بحث وتمحیص میں اُلجھتے رہیں۔ وہ بات کرنے کے موڈ میں نہیں ہے تب بھی آپ زبردستی اس سے گفتگو کریں۔ یہ انداز صحیح نہیں ہے' اس لیے کہ اس طریقے سے وہ شخص آپ سے اور آپ کی دعوت سے متنفر ہو جائے گا۔ حکیمانہ انداز تو یہ ہے کہ آپ موقع محل دیکھیں' اپنے مخاطب کی ذہنی کیفیت کو جانچیں۔ اگر آپ دیکھیں کہ اس وقت یہ سمجھنے کے موڈ میں نہیں ہے تو خواہ مخواہ اس کے ساتھ الجھیں نہیں' بلکہ اگر وہ الجھنا بھی چاہے تب بھی آپ اچھے طریقے سے اُس سے الگ ہو جائیں۔ آپ اُس سے کہیں کہ اس وقت آپ کی بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی اور میری بات آپ کی سمجھ میں نہیں



آ رہی' لہٰذا پھر کسی وقت گفتگو کریں گے' ان شاء اللہ۔ یعنی سلام کہہ کر اور اچھے طریقے سے رخصت ہو جائیں۔ لٹھ مار کر رخصت نہ ہوں کہ پھر دوبارہ گفتگو کا موقع ہی نہ رہے' بلکہ رخصتی اور علیحدگی بھی سنجیدگی اور بہترین طریقے سے ہونی چاہیے۔

(۳) قیام اللیل کا اہتمام: عبادالرحمٰن کی تیسری صفت یہ ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ﴿۶۴﴾﴾ ''وہ لوگ راتیں بسر کرتے ہیں اپنے رب کے لیے سجدہ کرتے ہوئے اور قیام کرتے ہوئے''۔ یعنی وہ قیام اللیل اور تہجد کا اہتمام کرتے ہیں — یہاں رات کی نماز کا ذکر آیا ہے' فرض نمازوں کا نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اصل میں ایک پختہ اور تعمیر شدہ شخصیت کے نقوش اور خدوخال کا بیان ہے' جس میں فرض نمازوں کی کوتاہی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا' بلکہ وہ تو نوافل کا بھی تسلسل کے ساتھ اہتمام کرتے ہیں۔

دیکھیے ایک ہے عام مسلمانوں کی سطح۔ اس کے اعتبار سے تو اصل اہمیت نماز پنجگانہ کی ہے' اور یہ بھی یاد رکھیے کہ نفل کسی طور پر بھی فرض نمازوں کا مداوا اور تلافی نہیں کر سکتے۔ آپ ساری رات جاگتے رہیں' لیکن فرض نماز نہ پڑھیں اور فجر کے وقت سو جائیں تو آپ کا ساری رات کا جاگنا زیرو ہو جائے گا۔ اس ضمن میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان بھی ذہن نشین رہے کہ ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ وَالْفَجْرَ فِيْ جَمَاعَةٍ كَانَ كَقِيَامِ لَيْلَةٍ)) (۱)

''جس شخص نے عشاء اور فجر کی نماز باجماعت پڑھی اُس نے گویا پوری رات کا قیام کیا۔''

تو فرض اور نفل کے اندر یہ فرق ضرور پیش نظر رہنا چاہیے' جبکہ سورۃ الفرقان کی مذکورہ بالا آیت میں فرض کا ذکر اس لیے نہیں ہے کہ یہاں رحمٰن کے ان برگزیدہ بندوں کا تذکرہ ہے جو فرض میں کبھی کوتاہی نہیں کرتے۔ ایسی ہی شخصیت کے بارے میں ہم پڑھ چکے ہیں: ((مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهٗ مَالَا يَعْنِيْهِ)) ''کسی انسان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ اس چیز کو چھوڑ دے جس کا کوئی فائدہ نہیں''۔ اسی طرح حدیث جبریل میں ہم

(۱) سنن ابی داؤد' کتاب الصلاۃ' باب فی فضل صلاۃ الجماعۃ۔

نے پڑھا تھا کہ پہلا درجہ اسلام ہے' پھر ایمان ہے اور پھر بلند ترین درجہ احسان ہے۔ یعنی ایسا شخص جس نے اپنے دین کو اتنا خوبصورت بنا دیا کہ اُس کا اسلام اب دلربا اور دل میں کُھب جانے والا ہے تو وہ بلند ترین درجے پر فائز ہے۔ درحقیقت زیر مطالعہ قرآنی آیات اور زیر درس حدیث کا موضوع ایسا ہی شخص ہے۔

(۴) نیکیوں پر کوئی غرّا نہیں: اللہ کے محبوب اور چنیدہ بندوں کا ایک وصف یہ ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿۶۵﴾﴾ ''اور وہ دعا مانگتے رہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہم سے جہنم کے عذاب کو پھیر دے' کہ اس کا عذاب چمٹ جانے والی چیز ہے''۔ ﴿اِنَّهَا سَاۗءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿۶۶﴾﴾ ''یقیناً وہ بہت بُری جگہ ہے مستقل جائے قرار کے اعتبار سے بھی اور عارضی قیام گاہ کے اعتبار سے بھی''۔ یعنی وہ یہ نہیں سمجھتے کہ ہم تو دین پر چل رہے ہیں' دین کے اعمال سرانجام دے رہے ہیں تو ہمیں جنت ملنی ہی ملنی ہے اور جہنم سے ہمارا چھٹکارا تو لازماً ہو جائے گا — نہیں' اللہ کے بندوں کا یہ رویہ ہرگز نہیں ہوتا۔ اُنہیں اپنی نیکیوں پر کوئی غرور نہیں ہوتا' بلکہ وہ تو ہر وقت عذابِ الٰہی سے اور اپنے اعمال کے ضائع ہونے سے ڈرتے رہتے ہیں۔ وہ اپنی عبادت' خدمتِ دین اور اللہ کے دین کے لیے کیے گئے کاموں کو حقیر سمجھتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ؎

جان دی' دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا!

یعنی اگر اللہ کی راہ میں گردن کٹوا بھی دی تو کیا کارنامہ سرانجام دیا! یہ جان تو اللہ نے دی تھی اور اب ہم نے اس کو واپس سونپ دی' اس کے علاوہ مزید تو اُسے کچھ نہیں دیا' جبکہ شرافت و مروّت کا تقاضا تو یہ ہے کہ آپ کو کوئی ہدیہ پیش کرے تو آپ اس سے بہتر ہدیہ دینے کی کوشش کریں' جیسے فرمایا گیا ہے کہ آپ کو کوئی سلام کرے تو آپ اُس سے بہتر اس کو جواب دیں۔ اس نے السلام علیکم کہا ہے تو آپ جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہیں اور اللہ مزید توفیق دے تو وبرکاتہ کا بھی اضافہ کیجیے۔



(۵) میانہ روی کی روش پر گامزن: اللہ کے محبوب بندوں کی ایک صفت یہ ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿۶۷﴾﴾ ''اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف سے کام لیتے ہیں (خواہ ان کے پاس زیادہ مال ہو) اور نہ ہی بخل سے کام لیتے ہیں' بلکہ اُن کا خرچ ان (دونوں انتہاؤں) کے درمیان اعتدال پر قائم رہتا ہے''۔ آدمی کو اپنی چادر کے مطابق ہی پاؤں پھیلانے چاہئیں۔ لیکن کبھی انسان نے کوئی ضروری خرچ کرنا ہوتا ہے اور اس طرح کی صورتِ حال میں اگر اپنے پاس کچھ نہیں ہے تو قرض لے کر خرچ کرنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ قرض لینا فی نفسہٖ کوئی بری بات نہیں ہے' حضور اکرم ﷺ بھی قرض لے لیا کرتے تھے' لیکن قرض لوٹانے کی پختہ نیت بہرحال ضروری ہے۔

اس حوالے سے ہمارے ہاں ایک بہت بڑی بیماری ہمارے مذہبی طبقے میں پیدا ہو گئی ہے کہ وہ قرض کے نام پر بھیک مانگتے ہیں۔ جب معلوم ہے کہ ہم یہ قرض واپس کر نہیں سکتے اور ہمارے وسائل ہیں ہی نہیں تو یہ گویا بھیک کی ایک صورت ہے۔ آدمی کو اپنے وسائل کے حساب سے قرض لینا چاہیے' جس کے بارے میں اسے اندازہ ہو کہ میں یہ قرض لوٹا دوں گا۔ ورنہ یہی ہوگا کہ قرض دینے والے صاحب ایک دو مرتبہ یاد دلائیں گے' پھر خاموش ہو جائیں گے۔ سوچیں گے کہ یہ ایک دینی شخصیت ہے لہٰذا معاف کر دو۔ یوں قرض کے نام پر بھیک مانگنا بہت غلط ہے' البتہ قرض لیا جا سکتا ہے — قرضِ حسنہ دینے کی ترغیب بھی ہے — لیکن اس میں ادائیگی کی پختہ نیت ہونی چاہیے اور اسی درجے میں قرض لیا جانا چاہیے جسے آپ کم از کم ظاہری حالات کے مطابق واپس کرنے کی طاقت رکھتے ہوں۔

## اچھی بات کہو یا پھر خاموش رہو!

اب ہم زیر مطالعہ حدیث کی طرف آتے ہیں۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے' یعنی صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں موجود ہے اور اس کے راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس میں حضور اکرم ﷺ نے پختہ (mature) شخصیت کے اوصاف بیان فرمائے ہیں

جس کے اندر حسنِ ادب بھی پیدا ہو چکا ہے اور تہذیب و شائستگی بھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْ لِيَصْمُتْ)) ''جو شخص اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسے یا تو کوئی اچھی بات زبان سے نکالنی چاہیے یا خاموش رہنا چاہیے''۔ کہیں بے تکی باتیں ہو رہی ہیں' خواہ مخواہ کا استہزاء اور مذاق ہو رہا ہے' قہقہے لگ رہے ہیں' گپ بازی ہو رہی ہے' طعن و تشنیع ہو رہی ہے' جھوٹ بولا جا رہا ہے' تو ایسی چیزیں اس سطح کی شخصیت کو زیب نہیں دیتیں۔ اُسے چاہیے کہ یا تو کوئی بھلائی اور خیر خواہی کی بات کرے یا پھر خاموشی اختیار کرے' اس لیے کہ خاموشی کے اندر خود ایک بہت بڑا تکلّم ہے' یعنی خاموشی بولتی ہے۔ بسا اوقات انسان تکلّم کی نسبت خاموشی کے ذریعے اپنے جذبات و احساسات کا زیادہ اظہار کرتا ہے اور اس کی خاموشی ہی اس کی ترجمان بن جاتی ہے۔ لہٰذا بولو تو اچھی بات کہو' نصیحت و تذکیر کی بات کرو' لوگوں کی خیر خواہی کی بات کرو' لوگوں کو اچھائی کی دعوت دو' اللہ کا ذکر کرو' ورنہ خاموش رہو!

یاد رکھیے کہ یہ جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو بولنے کی صلاحیت دی ہے یہ انسان کی چوٹی کی صلاحیت ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ بہت سی ایسی صلاحیتیں ہیں جن میں حیوان ہم سے آگے ہیں۔ سماعت اور بصارت فی نفسہٖ بہت بڑی صلاحیتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں دی ہیں' لیکن بہت سے حیوانات ایسے ہیں جن کی سماعت یا بصارت ہم سے بہت بڑھ کر ہے۔ خاص طور پر گھوڑا سماعت کے معاملے میں بہت حساس ہے۔ گھوڑا سوار کو لے کر جا رہا ہے' اچانک گھوڑے کی کنوتیاں کھڑی ہو جاتی ہیں۔ گویا کوئی انٹینا ہے جو خطرے کی آہٹ سن کر کھڑا ہو گیا ہے۔ سوار گھوڑے کے کانوں کو دیکھ کر اندازہ کر لے گا کہ آس پاس کوئی خطرہ موجود ہے۔ اسی طرح بصارت میں بھی بہت سے حیوانات ہم سے آگے ہیں۔ بہت سے شکاری پرندے (مثلاً عقاب) بہت بلندی سے زمین پر پڑی ہوئی چھوٹی سی چیز کو دیکھ لیتے ہیں اور بہت سے جانور ایسے ہیں جو بغیر روشنی کے دیکھتے ہیں' جبکہ ہم تو روشنی کے محتاج ہیں کہ روشنی ہو گی تو دیکھیں گے ورنہ نہیں دیکھ سکتے۔ چنانچہ سمع و بصر بھی اللہ ربّ العالمین کی طرف سے دی ہوئی بڑی چوٹی کی صلاحیتیں ہیں — ارشادِ باری



تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ﴿۳۶﴾﴾ ''یقیناً سماعت' بصارت اور عقل کے بارے میں ضرور باز پرس ہو گی'' — لیکن سماعت و بصارت کی صلاحیتیں حیوانات میں بھی ہیں اور حیوانات میں سے بعض میں ہم سے زیادہ ہیں' لیکن انسان میں ''نُطق'' کی جو صلاحیت ہے وہ کسی اور حیوان میں نہیں ہے۔ اس لیے یہ انسان کی چوٹی کی صلاحیت شمار ہوتی ہے اور انسان کو ''حیوانِ ناطق'' یعنی بولنے والا اور اظہار مافی الضمیر کرنے والا حیوان کہا جاتا ہے۔ پھر اظہار مافی الضمیر کے دو پہلو ہیں: (۱) دوسرے کے کلام کو سمجھنا' اور (۲) اپنے مافی الضمیر کو ظاہر کرنا۔ یہ دونوں پہلو speech کے ہیں اور ایک ہی پراسیس کے دو حصے ہیں۔

اس کو ایک مثال سے یوں سمجھئے کہ آپ کہیں بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے پاؤں یا جسم کے کسی حصے میں چیونٹی نے کاٹا تو ایک دم آپ کے جسم میں جنبش ہو گی اور آپ کا ہاتھ فوراً متاثرہ حصے تک پہنچے گا۔ اس میں آپ کے ارادے کا کوئی دخل نہیں ہے۔ یہ اضطراری حرکت (reflex action) ہے کہ وہاں سے ایک سنسنی (sensation) گزر کر دماغ میں پہنچی' دماغ میں اسے تعبیر کیا گیا کہ کوئی موذی شے اس وقت آپ کے جسم کے فلاں حصے سے چمٹی ہوئی ہے' پھر وہاں سے حکم (order) آیا تو جسم کے اُس حصے کے عضلات (muscles) نے حرکت کی' ورنہ عضلات خود بخود حرکت نہیں کر سکتے۔ اس عمل میں ہمارا سنٹرل نروس سسٹم درمیان میں آتا ہے کہ پہلے اس کا احساس سے متعلق (sensory) حصہ ادراک کرتا ہے اور پھر عمل حرکت (motor function) وقوع پذیر ہوتا ہے۔ اسی طرح اظہار مافی الضمیر کے دو پہلوؤں کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ آپ نے ایک کلام سنا' اس کو تعبیر (interpret) کیا' پھر اپنے دل میں موجود احساس کو آپ نے بیان کیا۔ یہ دونوں چیزیں سپیچ سنٹر سے متعلق ہیں اور اعلیٰ ترین سطح پر دماغ (brain) کے اندر سب سے بڑا ایریا بھی سپیچ سنٹر ہی کا ہوتا ہے۔

## زبان کے استعمال میں احتیاط لازم

''نُطق'' انسان کی سب سے اہم صلاحیت ہے' اس لیے زبان کے صحیح استعمال پر

قرآن وحدیث میں بہت زور دیا گیا ہے۔ سورۃ الاحزاب میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا ۝﴾ ''اے ایمان والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور بات وہ کرو جو بالکل سیدھی اور درست ہو''۔ جسے ہم اپنے محاورے میں یوں کہتے ہیں: پہلے تولو' پھر بولو! یعنی ایک بات تمہاری زبان پر آ گئی ہے اور تمہاری طبیعت اس کے بولنے پر آمادہ ہے' لیکن بولنے سے پہلے تم اچھی طرح تول لو کہ تمہیں یہ بات کہنے کا حق حاصل بھی ہے؟ اور جب قیامت کے دن تم اللہ کے حضور کھڑے ہو گے تو کیا تم اس کو حق بجانب ثابت (justify) کر سکو گے کہ اے اللہ! مجھے یہ بات کہنے کا حق تھا۔ یہ سارا حساب کرنے کے بعد زبان کھولو۔ یہی مفہوم ہے: ''قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا'' کا۔

اس سے اگلی آیت میں اس کا نتیجہ بھی بیان کر دیا گیا ہے کہ اگر تم دو شرطیں پوری کر دو' یعنی (۱) دل میں تقویٰ ہو' اور (۲) زبان پر کنٹرول ہو تو اس کا بدلہ یہ ہے کہ: ﴿یُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ﴾ ''اللہ تمہارے سارے اعمال درست کر دے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا''۔ اس لیے کہ زبان کے اوپر کنٹرول بہت مشکل ہے' بولنے میں کوئی طاقت تو لگتی نہیں ہے۔ ذرا سا اپنے احساسات کو ڈھیلا چھوڑ دیا اور اب جو منہ میں آ گیا بک دیا۔ وہ جو کہا جاتا ہے کہ ع ''بے حیا باش وہر چہ خواہی کُن!'' کہ ایک دفعہ حیا کا پردہ اُٹھ جائے تو پھر آدمی جو چاہے کرتا پھرے۔

اس حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا ایک اور فرمان ملاحظہ ہو —— یہ ایک طویل حدیث کا آخری حصہ ہے —— حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ سفر میں تھا تو میں نے آپ ﷺ سے چند چیزوں کے متعلق سوال کیا۔ آخر میں رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ((اَلَا اُخْبِرُكَ بِمَلَاكِ ذٰلِكَ كُلِّهٖ)) ''کیا میں تمہیں ان سب کی جڑ کے بارے میں نہ بتاؤں؟'' میں نے عرض کیا: کیوں نہیں یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے اپنی زبان مبارک پکڑی اور فرمایا: ((كُفَّ عَلَیْكَ هٰذَا)) ''اسے اپنے اوپر روک کر رکھو''۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا گفتگو



کے بارے میں بھی ہمارا مواخذہ ہو گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

((ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ یَا مُعَاذُ! وَهَلْ یَكُبُّ النَّاسَ فِی النَّارِ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ اَوْ عَلٰی مَنَاخِرِهِمْ اِلَّا حَصَائِدُ اَلْسِنَتِهِمْ)) (۱)

''تمہاری ماں تم پر روئے اے معاذ! (یہ ایک محاورہ ہے جو اپنائیت اور ملامت کے ملے جلے جذبات کے لیے استعمال ہوتا ہے) لوگوں کو دوزخ میں ان کے منہ یا نتھنوں کے بل گرانے والی سب سے زیادہ زبان کی کھیتیاں ہی تو ہیں۔''

زبان سے جو لفظ نکلتا ہے وہ ایک بیج بن کر آخرت کی سرزمین میں بویا جاتا ہے۔ اب اگر یہ لفظ برا ہے تو اس سے کانٹے دار پودا اور جھاڑ جھنکاڑ اُگے گا اور قیامت کے دن آپ کو اسے کاٹنا ہو گا —— ''حصائد'' کے معنی ہیں کھیتیاں جو کاٹی جاتی ہیں —— زمین پر دو قسم کی نباتات ہیں' ایک تو وہ پودا ہے جو موجود رہتا ہے۔ ایک سال آپ اس سے پھل اتار لیتے ہیں تو اگلے سال پھر پھل آ جاتا اور پودا وہی کا وہی رہتا ہے' جبکہ اس کے برعکس ایک فصل ہوتی ہے' مثلاً گندم' چاول یا گنے کی فصل جو ایک بار کاٹنے سے ختم ہو جاتی ہے۔ اس کو کہتے ہیں حَصِید۔ آپ ﷺ نے یہی لفظ استعمال فرمایا: ''حَصَائِدُ اَلْسِنَتِهِمْ'' یعنی لوگوں کی زبانوں کی بوئی ہوئی کھیتیاں ہی ان کو سب سے بڑھ کر جہنم میں گرانے والی شے ہیں۔

## زبان کے صحیح استعمال پر جنت کی ضمانت

اس سے ملتی جلتی ایک اور حدیث بھی ہے' جس کو بیان کرنے میں حیا کا پہلو ذرا مانع ہوتا ہے' لیکن رسول اللہ ﷺ کا ہر فرمان حکمت کا بہت بڑا خزانہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ یَتَكَفَّلُ لِیْ مَابَیْنَ لَحْیَیْهِ وَمَابَیْنَ رِجْلَیْهِ اَتَكَفَّلُ لَهٗ بِالْجَنَّةِ)) (۲)

''جو شخص مجھے اپنے دونوں جبڑوں کے درمیان (یعنی زبان) اور دونوں ٹانگوں کے درمیان (یعنی شرم گاہ) کی ضمانت دیتا ہے (کہ اُس کا غلط استعمال نہیں ہو گا

(۱) سنن الترمذی' ابواب الایمان' باب ماجاء فی حرمة الصلاة۔

(۲) سنن الترمذی' ابواب الزهد' باب ماجاء فی حفظ اللسان۔

تو) میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔''

آپ ﷺ نے مسلمانوں سے فرمایا کہ اگر تم مجھے اس بات کی ضمانت دے دو کہ تم اپنے جسم کے دو بہت ہی چھوٹے چھوٹے اعضاء کا غلط استعمال نہیں کرو گے تو میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ گویا زبان اور شرمگاہ کے صحیح استعمال سے باقی پورے اعضائے جسم کی حرکات وسکنات خود بخود ٹھیک ہو جائیں گی اور اگر کبھی جذبات کی رو میں بہہ کر انسان سے کچھ غلطی ہو بھی گئی تو اللہ معاف فرمائے گا۔ جیسے کہ ماقبل آیت میں ہم نے پڑھا:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا ۝ یُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ﴾ (الاحزاب)

''اے ایمان والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور بات وہ کرو جو بالکل سیدھی اور درست ہو۔ اللہ تمہارے سارے اعمال درست کر دے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔''

اللہ کا تقویٰ اختیار کرنا اور درست بات کہنا گویا شرط ہے کہ اگر تم یہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے سارے اعمال درست کر دے گا۔ لیکن کبھی کبھی انسان سے خطا بھی ہو جاتی ہے — ظاہر بات ہے **الانسان مُرکّبٌ من الخطأ والنسیان** ''انسان تو بھول چوک کا پُتلا ہے''— تو اللہ معاف کر دے گا۔ یہ فلسفہ ہے دین کا۔ آپ کا رخ سیدھا ہے' آپ صراطِ مستقیم پر چل رہے ہیں' لیکن اگر چلنے میں کہیں پاؤں پھسل گیا اور آپ گر گئے تو پھر فوراً کھڑے ہو کر دوبارہ صراطِ مستقیم پر چلنا شروع کر دیجیے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے اس گرنے کو معاف فرمائے گا۔ لیکن اگر زندگی کا رخ ہی ٹیڑھا ہو گیا' تو معاملہ بالکل برعکس ہو گیا۔ اب تو جو قدم اُٹھ رہا ہے وہ غلط رخ پر جا رہا ہے اور آپ جتنا آگے بڑھیں گے' صراطِ مستقیم سے اتنا ہی دُور ہوتے جائیں گے۔

اگر انسان اللہ کے احکام اور اس کے رسول ﷺ کی سُنّت پر چل رہا ہے' جو اللہ چاہتا ہے وہ کر رہا ہے' عبادتِ رب' شہادت علی الناس اور اقامتِ دین کی جدّوجُہد میں لگا ہوا ہے' اس دوران اگر کوئی خطا ہو گئی' غلطی ہو گئی' لغزش ہو گئی تو وہ معاف ہو جائے گی۔ اس حوالے سے مجھے اپنے میڈیکل کالج کے پانچویں سال کا ایک واقعہ یاد آ جاتا ہے۔ ہمارا



فرسٹ لیکچر سرجری کا ہوتا تھا اور اس کے پروفیسر ڈاکٹر امیر الدین بڑے سخت تھے۔ وہ پانچ منٹ کی مہلت دیا کرتے تھے اور اس کے بعد دروازے بند کرا دیتے تھے۔ اس کے بعد اگر آپ آئیں تو پھر آپ کلاس روم میں داخل نہیں ہو سکتے۔ ایک دن بارش کی وجہ سے میں ذرا لیٹ ہو گیا تو میں تیز سائیکل چلا کر جلد سے جلد پہنچنا چاہتا تھا۔ اچانک سائیکل پھسلی اور میں گر گیا۔ گرتے ہی بجلی کی مانند میں فوراً اُٹھ کھڑا ہوا۔ میں آج بھی بہت حیران ہوتا ہوں کہ میں جب اُٹھ چکا تھا تو مجھے معلوم ہوا کہ میں گرا تھا۔ یہ بھی ایک کیفیت ہوتی ہے۔ اسی طرح غلطی اور گناہ کے معاملے میں بھی ایک طرزِ عمل تو یہ ہے کہ گناہ کے اوپر ڈیرہ لگا لیا جائے' جبکہ ایک یہ ہے کہ گناہ سرزد ہو تو فوراً توبہ کر لی جائے۔ اس کیفیت کو سورۃ النساء میں بایں الفاظ بیان فرمایا گیا ہے:

﴿اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ یَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِیْبٍ فَاُولٰٓئِكَ یَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ۝۱۷﴾

''ایسے لوگوں کی توبہ قبول کرنا اللہ کے ذمے ہے جو جہالت اور نادانی میں کوئی بری حرکت کر بیٹھتے ہیں پھر جلد ہی توبہ کر لیتے ہیں' پس یہی ہیں جن پر اللہ مہربانی کرتا ہے (اور انہیں معاف کر دیتا ہے)۔ اور وہ سب کچھ جاننے والا' حکمت والا ہے۔''

## اللہ عزّوجل کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کو نو باتوں کا حکم

''اربعین نووی'' کی زیرِ مطالعہ حدیث میں بیان کیے گئے تین اوصاف میں سے پہلا وصف یہ ہے کہ زبان سے اچھی بات نکالو' زبان کا صحیح استعمال کرو اور یا پھر خاموش رہو' اس لیے کہ بری بات کہنے سے خاموشی بہتر ہے۔ ایک اور حدیث میں بھی خاموشی کا تذکرہ آیا ہے۔ یہ ایک طویل حدیث ہے جس میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ((اَمَرَنِیْ رَبِّیْ بِتِسْعٍ))(۱) ''مجھے میرے رب نے نو باتوں کا حکم دیا ہے''— یہ حدیث اس اعتبار سے بڑی ممیّز ہے کہ اس میں حضور اکرم ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم بھی ایسا کرو' میں

(۱) اخرجه رزین بحواله جامع الاصول فی احادیث الرسول ﷺ لابن الاثیر الجزری: ۱۱/ ۶۸۷-

تمہیں اس کا حکم دیتا ہوں۔ بعض حدیثوں میں تو یوں آتا ہے: ((اِنِّیْ آمُرُکُمْ بِخَمْسٍ، اَللّٰہُ اَمَرَنِیْ بِھِنَّ)) ''میں تمہیں پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں' اللہ نے مجھے ان کا حکم دیا ہے''—— بلکہ یہاں فرمایا گیا ہے کہ مجھے میرے رب نے ان نو باتوں کا حکم دیا ہے۔ یہ نو باتیں بہت اونچی اور بلند ہیں۔ گویا یہ انتہائی پختہ' پوری طرح تربیت یافتہ' بہت مہذّب اور شائستہ شخصیت کے اوصاف ہیں۔

وہ نو باتیں یہ ہیں: ① ((خَشْیَۃَ اللّٰہِ فِی السِّرِّ وَالْعَلَانِیَۃِ)) ''اللہ کا خوف (دل میں موجزن) ہو' تنہائی میں بھی اور علی الاعلان بھی''۔ لوگوں کے سامنے تو سب ہی اللہ کے احکام پر چلنے والے بنتے ہیں' مگر اصل صورتِ حال تخلیہ اور تنہائی میں سامنے آتی ہے۔ ② ((وَکَلِمَۃَ الْعَدْلِ فِی الْغَضَبِ وَالرِّضٰی)) ''اور عدل کی بات کروں' غصے اور خوشی کی حالت میں۔'' ③ ((وَالْقَصْدَ فِی الْفَقْرِ وَالْغِنٰی)) ''اور فقر اور آسودگی میں میانہ روی اختیار کروں''۔ یہ وہی بات ہے جو ہم نے ابھی سورۃ الفرقان کے حوالے سے پڑھی ہے۔ ④ ((وَاَنْ أَصِلَ مَنْ قَطَعَنِیْ)) ''اور جو مجھ سے کٹے میں اُس سے جڑوں'' —— جس طریقے سے قرآنی آیات میں ایک ملکوتی غنا ہے اسی طرح اس حدیث کے الفاظ میں ایک آہنگ موجود ہے—— ⑤ ((وَاُعْطِیَ مَنْ حَرَمَنِیْ)) ''اور جو مجھے محروم رکھے میں اُسے عطا کروں۔'' ⑥ ((وَاَعْفُوَ عَمَّنْ ظَلَمَنِیْ)) ''اور جو مجھ پر ظلم کرے میں اسے معاف کروں!''

اس کے بعد ''خاموشی'' کا تذکرہ ہے جس کے لیے میں نے یہ حدیث سنائی ہے: ⑦ ((وَاَنْ یَکُوْنَ صَمْتِیْ فِکْرًا)) ''اور یہ کہ میری خاموشی غور و فکر پر مشتمل ہو''۔ یعنی اس کائنات میں غور و فکر کیا جائے' جیسے قرآن مجید میں کئی مقامات پر غور و فکر کی تلقین کی گئی ہے۔ ⑧ ((وَنُطْقِیْ ذِکْرًا)) ''اور میرا بولنا ذکر پر مشتمل ہو''—— ذکر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ جیسے کلمات کا ورد کر رہے ہیں' یا جیسے کہ بخاری شریف کی آخری حدیث ہے:

((کَلِمَتَانِ خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلَی



الرَّحْمٰنِ : سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ)) (۱)

''دو کلمے ایسے ہیں جو زبان پر بہت ہلکے ہیں' میزان میں بہت بھاری ہیں اور رحمان کو بہت پسند ہیں' وہ ہیں: سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ!''

آپ ان کلمات کا ورد کر رہے ہیں تو یہ ذکر ہے۔ قرآن حکیم کی تلاوت کر رہے ہیں یا کسی کو قرآن سکھا رہے ہیں تو یہ بھی ذکر ہے۔ ذکر کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ آپ دوسروں کو اللہ کی طرف بلائیں' نیکی کی دعوت دیں اور برائی سے منع کریں۔ اسی لیے فرمایا گیا: ﴿فَذَکِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ یَّخَافُ وَعِیْدِ ﴿۴۵﴾﴾ (قٓ) ''نصیحت کیجیے قرآن کے ذریعے سے اس کو جو میری وعید سے ڈرتا ہے''۔ تو یہ بھی ذکر کی ایک قسم ہے۔

آگے فرمایا: ⑨ ((وَنَظْرِیْ عِبْرَۃً)) ''اور میرا دیکھنا عبرت پذیری کا دیکھنا ہو''—— عبرت کہتے ہیں عبور کرنے کو' آپ نے دریا عبور کر لیا' ایک کنارے سے دوسرے کنارے پر پہنچ گئے تو یہ عبرت ہے۔ اسی طرح عبرت کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ آپ نے کوئی شے دیکھی اور اس کی حقیقت تک جا پہنچے۔ دیکھنے کو تو کُتّا بھی دیکھ رہا ہے کہ گاڑی آ رہی ہے' وہ بھی اس کی زد میں آنے سے بچے گا' آپ بھی بچ گئے تو کون سا فرق ہوا؟ یاد رکھیے کہ حیوان کا دیکھنا اور ہے' انسان کا دیکھنا اور ہے۔ بقول اقبال: ؎

دم چیست؟ پیام است! شنیدی نشنیدی!
در خاکِ تو یک جلوۂ عام است ندیدی!
دیدن دگر آموز! شنیدن دگر آموز!

یعنی تم دوسری طرح کا دیکھنا اور دوسری طرح کا سننا سیکھو! تم وہ دیکھنا سیکھو جو انسان کا دیکھنا ہے۔ دیکھو' سبق حاصل کرو اور عبرت حاصل کرو۔

## پڑوسی کے حقوق کی اہمیت

اربعین نووی کی زیر مطالعہ حدیث میں دوسری چیز حسنِ معاشرت کے حوالے سے

(۱) صحیح البخاری' کتاب الدعوات' باب فضل التسبیح۔ وصحیح مسلم' کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار' باب فضل التھلیل والتسبیح والدعاء۔

یہ ہے:((وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهٗ)) ''اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ وہ اپنے پڑوسی کی عزت کرے''۔''فَلْيُكْرِمْ'' فعل امر ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ پڑوسی کا اکرام اور اس کے حقوق کی رعایت بہت ضروری ہے۔اس کی اہمیت کا اندازہ نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان سے بھی بآسانی لگایا جاسکتا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا:((مَا زَالَ جِبْرِيْلُ يُوْصِيْنِيْ بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهٗ سَيُوَرِّثُهٗ))(۱) یعنی جبرائیل علیہ السلام مجھے پڑوسی کے حقوق کی اس قدر تاکید کرتے رہے کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ شاید پڑوسی کو وراثت میں حصہ دار بھی بنا دیا جائے گا۔پھر اسی ضمن میں وہ حدیث بھی یاد کیجیے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَا آمَنَ بِيْ مَنْ بَاتَ شَبْعَانَ وَجَارُهٗ جَائِعٌ اِلٰى جَنْبِهٖ وَهُوَ يَعْلَمُ بِهٖ))(۲)

''وہ شخص مجھ پر ایمان نہیں لایا کہ جو پیٹ بھر کر سو رہا ہو اور اس کے قریب میں اس کا پڑوسی بھوکا ہو جبکہ اس آدمی کو اس کے بھوکے ہونے کی خبر بھی ہو۔''

## ہمسائیگی کے تین درجات

سورۃ النساء (آیت ۳۶) میں ہمسائیگی کے تین درجات کا بیان ہے اور ان سے حسنِ سلوک کا حکم دیا گیا ہے: ﴿وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ﴾ ''اور (حسنِ سلوک کرو) قرابت دار ہمسائے اور اجنبی ہمسائے اور ہم نشین ساتھی کے ساتھ۔''

**پہلا درجہ: رشتہ دار پڑوسی:** پڑوس کا پہلا اور سب سے اہم درجہ رشتہ دار پڑوسی کا ہے' اس لیے کہ اس میں تو دو حق جمع ہو گئے' ایک قرابت داری کا اور دوسرا ہمسائیگی کا۔اس طرح معاملہ اور زیادہ گھمبیر ہو گیا اور اس کے حقوق کی اہمیت اور زیادہ ہو گئی۔اس کے

(۱) صحیح البخاری' کتاب الادب' باب الوصاۃ بالجار۔ وصحیح مسلم' کتاب البر والصلۃ والآداب' باب الوصیۃ بالجار والاحسان الیہ۔

(۲) رواہ البزار والطبرانی فی الکبیر (بحوالہ معارف الحدیث)' راوی: حضرت انس رضی اللہ عنہ۔



برعکس معاملے کے حوالے سے ہمیں وہ حدیث ملتی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ ، وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ، وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ)) ''اللہ کی قسم وہ شخص مؤمن نہیں' اللہ کی قسم وہ شخص مؤمن نہیں' اللہ کی قسم وہ شخص مؤمن نہیں''۔یہ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم لرز گئے ہوں گے کہ کون بدبخت ہے جس کے بارے میں حضور ﷺ تین مرتبہ قسم کھا کر اس کے ایمان کی نفی فرما رہے ہیں۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ یہ کس کے بارے میں ارشاد فرما رہے ہیں؟ اس کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا:((اَلَّذِيْ لَا يَأْمَنُ جَارُهٗ بَوَايِقَهٗ))(۱) ''وہ شخص جس کی ایذا رسانی سے اس کا پڑوسی چین میں نہیں ہے''۔یعنی انسان بداخلاق ہے اور اُس کے ساتھ رہنے والا پڑوسی ڈرتا رہتا ہے کہ پتا نہیں کب کیا زبان سے کہہ دے۔ظاہر بات ہے کہ اس صورتِ حال میں ایک شریف اور سفید پوش آدمی اس بداخلاق شخص کی ایذا رسانی اور کج خلقی سے اپنے آپ کو اور اپنی عزت کو بچانے کی کوشش کرتا ہے۔ایسے شخص کے بارے میں آپ ﷺ نے تین بار قسم کھا کر فرمایا کہ وہ ہرگز مؤمن نہیں ہے۔

الغرض پڑوس کا پہلا درجہ رشتہ دار پڑوسی کا ہے۔پچھلے دور میں اور خاص طور پر دیہات میں ایسی بستیاں ہوتی تھیں جن میں بالعموم ایک برادری اور خاندان کے لوگ ہی رہتے تھے۔یہی وجہ ہے کہ پھر وہاں ''حقِ شُفعہ'' بھی ہوتا تھا۔اس لیے کہ اگر وہاں رہنے والا کوئی شخص اپنی جائیداد کسی اجنبی کو بیچ کر چلا جائے تو اس معاشرتی دائرے میں ایک اجنبی کے آجانے سے مسائل پیدا ہو سکتے ہیں' لہٰذا وہاں رہنے والوں کو شُفعہ کا حق حاصل ہوتا ہے۔

**دوسرا درجہ: اجنبی پڑوسی:** رشتہ دار پڑوسی کے بعد اجنبی پڑوسی کا درجہ ہے۔یعنی اس سے کوئی رشتہ داری تو نہیں ہے لیکن پڑوس کا معاملہ ہے۔بعض احادیث میں تو یہاں تک تصریح موجود ہے کہ پڑوس کی حدود چالیس گھروں تک ہے' جبکہ ہمارا موجودہ معاشرہ تو

(۱) صحیح البخاری' کتاب الادب' باب اثم من لا یأمن جارہ بوایقہٗ۔وصحیح مسلم' کتاب الایمان' باب تحریم ایذاء الجار۔

اس چیز سے بالکل محروم ہو چکا ہے' یہاں تک کہ ایک دیوار کے فاصلے پر رہنے والوں کا بھی ایک دوسرے سے سالہا سال تک تعارف نہیں ہوتا۔ کسی کو کوئی خیال ہی نہیں آتا کہ میری دیوار کے ساتھ کون رہ رہا ہے۔

شہری زندگی میں تو انسان اپنی ذات' اپنے معاملات اور اپنے مسائل کے اندر اس طرح سے گھرا ہوا ہے کہ یہ جو ''حسنِ معاشرت'' نام کی چیز ہے وہ بالکل ختم ہو چکی ہے۔ ہاں کہیں کہیں اس کے آثار آج بھی نظر آتے ہیں۔ بعض نئی بستیاں جب بنتی ہیں تو وہاں کے لوگ مل کر کوئی ایسوسی ایشن بنا لیتے ہیں اور صبح کے وقت بزرگ لوگ ایک گروپ کی شکل میں سیر کے لیے نکلتے ہیں اور مسجدوں کے اندر مل بیٹھتے ہیں۔ یہ صرف بعض جگہوں پر ہے' لیکن اکثر و بیشتر جگہوں پر حسن معاشرت کا معاملہ بالکل ختم ہو چکا ہے۔ اب تو جو جتنی جدید تر آبادی ہوگی اتنی ہی حسن معاشرت سے محروم ہوگی۔ اس کا ایک سبب تو یہ ہے کہ محلات جیسے بڑے بڑے مکان بن رہے ہیں اور ایک دوسرے کو جاننے کے مواقع معدوم ہو چکے ہیں۔ ورنہ پہلے چھوٹے چھوٹے گھر ہوتے تھے اور کسی گھر سے رونے کی آواز بلند ہوتی تھی تو پڑوس والے فوراً پہنچ جاتے تھے کہ کوئی مسئلہ ہے' جا کر پتا کریں۔ بڑے بڑے مکانوں میں کیا پتا چلے گا کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔

**تیسرا درجہ: عارضی پڑوس:** پڑوس کا تیسرا درجہ ''اَلصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ'' ہے۔ یعنی جو تمہارا ہم نشین ہے' تمہارے ساتھ بیٹھا ہوا ہے اور جس کے ساتھ آپ کی عارضی قربت اور مجاورت ہے وہ بھی ایک طرح کا پڑوس ہے۔ مثلاً آپ بس یا ٹرین میں کہیں جا رہے ہیں اور آپ کے ساتھ والی سیٹ پر جو بیٹھا ہے وہ آپ کا پڑوسی ہے۔ اس عارضی پڑوسی کا لحاظ رکھنا اور اس کا حق ادا کرنا بھی ضروری ہے۔

## مہمان نوازی: شیوۂ مؤمن

زیر درس حدیث میں تیسری بات رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمائی: (( وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ)) ''جو شخص بھی واقعتاً ایمان رکھتا ہو اللہ پر اور یومِ آخر پر اس پر لازم ہے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے''۔ دراصل یہ انسانی سیرت و



کردار کے وہ موتی ہیں جو ہمیشہ انسان میں تھے' بلکہ جتنا بھی تمدن ابھی ''پس ماندہ'' تھا اتنی ہی یہ صفات وہاں زیادہ تھیں۔ جیسے جیسے شہری زندگی (urbanization) آئی ہے یہ چیزیں ختم ہوگئی ہیں۔ مہمان نوازی کے حوالے سے ہمیں عہدِ نبوی و عہدِ صحابہ میں تو ایسے ایسے واقعات ملتے ہیں کہ انسان عش عش کر اُٹھتا ہے۔ یہ واقعہ تو بہت مشہور ہے کہ ایک صحابی ایک مہمان کو گھر لے گئے' جبکہ گھر میں صرف اپنے بچوں کے کھانے کے لیے ہی کچھ تھا۔ تو صحابیؓ نے بچوں کو بھوکا سُلا کر وہ کھانا مہمان کے سامنے رکھ دیا اور چراغ بجھا کر اس کے ساتھ کھانے کے لیے بیٹھ گئے۔ ساتھ بیٹھ کر اسے یہ تاثر دیتے رہے کہ وہ بھی کھا رہے ہیں' حالانکہ وہ نہیں کھا رہے تھے' اس لیے کہ اُنہیں معلوم تھا کہ کھانا اتنا ہی ہے کہ وہ صرف مہمان کے لیے کفایت کرے گا۔ الغرض مہمان نوازی کے حوالے سے ایسے واقعات ہماری تاریخ میں ملتے ہیں جن سے اُس دور کے حسن معاشرت کا پتا چلتا ہے جس سے آج کا یہ معاشرہ محروم ہے۔

انسانی کردار کے بنیادی موتی اور ہیرے جواہرات آپ کو بہ نسبت شہری زندگی کے دیہاتی علاقوں میں زیادہ ملیں گے۔ اس لیے بھی کہ شہری زندگی میں کچھ مجبوریاں بھی پیدا ہو گئیں ہیں' یہاں مہمانوں کی آمد و رفت بھی بہت زیادہ ہوگئی ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ دیہات وغیرہ میں مہمان روز روز نہیں آتے' جبکہ شہری زندگی میں اس وقت یہ صورت بن گئی ہے کہ دیہات سے کوئی مقدمے بازی کے سلسلے میں آ رہا ہے' کوئی خرید و فروخت کے سلسلے میں آ رہا ہے' لیکن شہر سے دیہات کے اندر جانا بہت شاذ ہوتا ہے' چنانچہ شہر والوں پر اس طرح کے مہمانوں کی مہمان نوازی شاق گزرتی ہے۔ میرا اپنا معمول یہ ہے کہ ظہر سے عصر تک میں ذرا علیحدہ رہتا ہوں۔ ظہر کی نماز اور کھانے کے بعد میں تھوڑی دیر کے لیے قیلولہ کرتا ہوں۔ اب اگر اس وقت کوئی صاحب مجھ سے ملنے آ جائیں تو سچی بات یہ ہے کہ مجھے اچھا نہیں لگتا۔ اگر میں ان کی کچھ آؤ بھگت کروں گا بھی تو یوں سمجھئے کہ اپنے اوپر جبر کر کے کروں گا۔ اور جب مجھے یہ پتا چلے کہ یہ صاحب خریداری کرنے آئے تھے یا شہر میں کوئی اور کام تھا وہ کر لیا ہے تو اب ذرا دوپہر کے

وقفے میں وہ میرے پاس آ گئے ہیں تو اس سے ایک کوفت کی شکل بنتی ہے۔ یہ چیزیں نفسیاتی طور پر اثر انداز ہوتی ہیں‘ لیکن بہرحال جو حکم ہے وہ اپنی جگہ قائم رہے گا‘ کہ انسان اپنے مہمان کا اکرام کرے۔

اگر ہم میں سے بہت سے لوگوں کا رہن سہن دوبارہ سے اسی طرح ہو جائے جیسے کبھی پہلے ہوا کرتا تھا تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ اوصاف بھی لوٹ آئیں گے۔ ان اوصاف کا ختم ہو جانا اصل میں شہری زندگی کی خرابی ہے۔ شاید آپ کے علم میں ہو کہ حضور اکرم ﷺ کی ایک حدیث ہے جو علامہ اقبال نے مسولینی کو جب سنائی تو وہ حیران رہ گیا۔ حدیث یہ ہے کہ جب کسی شہر کی آبادی پانچ لاکھ ہو جائے تو اُس کو چھوڑ کر نیا شہر آباد کرو۔ یہ جو کروڑوں کی آبادی کے شہر ہیں‘ مثلاً کراچی کی آبادی سوا کروڑ ہے تو وہاں مدنیت (urbanization) نے جو مشکلات پیدا کر دی ہیں وہ انتہا کو پہنچی ہوئی ہیں۔ خاص طور پر جرمنی میں اس کا تجربہ کیا گیا ہے جو بہت کامیاب رہا ہے۔ انہوں نے اپنی انڈسٹری کو پورے ملک میں پھیلا دیا۔ یہ نہیں کہ انڈسٹریل ٹاؤن علیحدہ بن رہے ہیں‘ بلکہ بیس‘ تیس میل کے فاصلے پر ایک فیکٹری ہے‘ اس کے ساتھ ہی آبادی ہو گئی اور پھر اس کے ساتھ ہی سکول اور ہسپتال بن گئے تو گویا ایک یونٹ بن گیا۔ پھر بیس تیس میل کے بعد اس طرح کا ایک اور یونٹ بنا دیا گیا۔ اس سے یہ ہوا کہ ان کے ہاں مدنیت اور تمدن ایک بہتر شکل کے اندر برقرار رہتا ہے۔

## حاتم طائی کی مہمان نوازی

مہمان نوازی کے ضمن میں حاتم طائی کا ایک واقعہ تاریخی طور پر بہت مشہور ہے۔ یہ عیسائی تھے‘ لیکن بہت بڑے مخیّر اور سخی انسان تھے — ان کے بیٹے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ حضور ﷺ پر ایمان لائے اور صحابی کے درجے پر پہنچے ہیں — حاتم کے پاس ایک گھوڑا تھا جو بہت عمدہ‘ بہت قیمتی اور بہت اعلیٰ نسل ہونے کی وجہ سے بہت مشہور تھا۔ ایک روز ان کے ہاں ایک مہمان آ گیا اور ان کے پاس مہمان کو کھلانے کے لیے کوئی چیز نہیں تھی تو انہوں نے وہ گھوڑا ذبح کر کے اس مہمان کو کھلا دیا۔ اس کے بعد مہمان سے آنے کی وجہ



دریافت کی تو اُس نے کہا: میں نے سنا ہے کہ آپ کسی سائل کا سوال رد نہیں کرتے‘ آپ کے پاس ایک بہت عمدہ اور قیمتی گھوڑا ہے‘ میں آپ سے وہ لینے آیا ہوں۔ حاتم طائی نے کہا: بھئی وہ گھوڑا تو میں نے ذبح کر کے تمہیں کھلا دیا۔

ذرا ملاحظہ کیجیے کہ حاتم طائی کی سخاوت کی وجہ سے حضور اکرم ﷺ نے اُن کی تحسین فرمائی اور پھر اُن کی بیٹی جو ایک غزوہ میں باندی کی حیثیت سے مالِ غنیمت میں آئی تو آپ ﷺ نے اُس کی عزت و تکریم کی اور اُسے اپنی چادر اوڑھائی‘ اس لیے کہ یہ حاتم کی بیٹی ہے۔

## خلاصہ کلام

زیر درس حدیث میں تین اوصاف بیان ہوئے ہیں جو ایک پختہ تعمیر شدہ شخصیت کے اوصاف ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ اگر بولو تو خیر اور بھلائی کا کلمہ زبان سے نکالو ورنہ خاموش رہو۔ دوسرا یہ ہے کہ اپنے پڑوسی کے حقوق کا لحاظ رکھو۔ اس کے جذبات‘ ضروریات اور اس کے احساسات سب کا خیال رکھو۔ احساسات کے معاملے میں تو یہاں تک تعلیم دی گئی ہے کہ اگر تم اپنے بچوں کے لیے کوئی پھل لے کر آؤ تو اب دو صورتیں ہیں: یا تو اپنے پڑوسی کے ہاں بھی بھیجو۔ اور اگر اتنی کم مقدار میں ہے کہ آپ کے بچوں کے لیے بمشکل پورا ہو گا تو کم سے کم چھلکے باہر مت ڈالو۔ ورنہ یہ ہو گا کہ چھلکے دروازے کے باہر پھینکنے سے پڑوس کے بچے دیکھیں گے کہ آج ان کے ہاں آم یا خربوزے آئے ہیں تو انہیں حسرت ہو گی۔ تو اس درجے پڑوسی کے احساسات کا لحاظ رکھنے کا حکم ہے۔ تیسرا یہ ہے کہ مہمان کا اکرام کیا جائے اور مہمان کے آنے پر ناک بھوں نہ چڑھائی جائے‘ بلکہ اُسے رحمت سمجھا جائے — اللہ تعالیٰ ہمیں ان اوصافِ حمیدہ کو صحیح معنوں میں اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یاربّ العالمین!

اقول قولی هذا واستغفر الله لی ولکم ولسائر المُسلمین والمُسلمات

(مرتب: حافظ محمد زاہد‘ ادارتی معاون)

# غافل انسان کی حسرت

## قرآن حکیم کی روشنی میں

انجینئر نوید احمد

سورۃ الاعراف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَكُن مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿۲۰۵﴾﴾ ''اور نہ ہو جاؤ غافلوں میں سے۔''

اِسی طرح سورۃ المنافقون میں خبردار کیا گیا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹﴾﴾

''اے ایمان والو! تمہیں غافل نہ کر دیں تمہارے مال اور تمہاری اولادیں اللہ کے ذکر سے۔ اور جس نے ایسا کیا تو وہی لوگ خسارے میں جانے والے ہیں۔''

سورۃ الاعراف میں غافلین کی مذمت اِن الفاظ میں کی گئی:

﴿اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ۭ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۷۹﴾﴾

''وہ تو چوپائے ہیں بلکہ اُن سے بھی گئے گزرے ہیں۔ اِس لیے کہ وہ ہیں ہی غافل۔''

اللہ تعالیٰ کی اِن تنبیہات کے باوجود جو شخص بے حس بن کر بے مقصد اور غفلت والی زندگی گزارتا رہے اور بغیر توبہ کے اُس پر موت کی مصیبت آ جائے تو اب اُس کے اگلے مراحل انتہائی کربناک ہوں گے۔ قرآنِ مجید میں اِن مراحل کا جو نقشہ کھینچا گیا ہے ذیل میں اِس کی تفصیل دی جا رہی ہے:

### (۱) موت کے وقت حسرت

قرآنِ حکیم میں کئی مقامات پر اللہ تعالیٰ کی یاد اور اُس کے احکامات سے غفلت برتنے والوں کی حسرتناک موت کا منظر بیان کیا گیا ہے:

﴿حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿۹۹﴾ لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ



صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ۭ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَاۗىِٕلُهَا ۭ وَمِنْ وَّرَاۗىِٕهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۰۰﴾﴾ (المؤمنون)

''یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی ایک پر موت آتی ہے تو وہ فریاد کرتا ہے کہ اے میرے رب! مجھے لوٹا دے تاکہ میں اچھا عمل کروں اُس میں جو کچھ کہ میں چھوڑ کر مر رہا ہوں۔ (جواب دیا جاتا ہے) ہرگز نہیں! یہ ایک بات ہے جو وہ پہلے بھی کہا کرتا تھا' اور اب اُن کے لیے ہے برزخ' اُس دن تک کے لیے کہ جب وہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔''

﴿وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰﴾ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَاۗءَ اَجَلُهَا ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱﴾﴾ (المنٰفقون)

''اور خرچ کرو اُس میں سے جو ہم نے تمہیں رزق دیا ہے' اِس سے پہلے کہ تم میں سے کسی پر موت کی کیفیت طاری ہو اور وہ کہے کہ اے میرے رب! تو نے مجھے کیوں نہیں مہلت دی ایک قریبی مدت تک کے لیے کہ میں صدقہ کرتا اور میں ہو جاتا نیکوکاروں میں سے؟ اور اللہ تعالیٰ کسی بھی جان کو مہلت نہیں دیتا جب کہ اُس کی موت کا وقت آ جائے۔ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو تم کر رہے ہو۔''

جب بدنصیب غافل انسان کو مایوسی ہوتی ہے کہ اب موت سے بچنے کی کوئی صورت نہیں تو وہ فرشتوں کے سامنے جھوٹ بول کر اپنے جرائم سے انکار کرتا ہے' لیکن فرشتوں کو دھوکہ نہیں دے سکتا:

﴿الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۠ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْۗءٍ ۭ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾ فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۲۹﴾﴾ (النحل)

''وہ لوگ جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے جب فرشتے اُن کی جانیں قبض کرتے ہیں تو وہ اُن کے سامنے عاجزی کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تو کوئی بھی برائی نہیں کر رہے تھے۔ کیوں نہیں' بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے وہ جو تم کر رہے تھے۔ داخل ہو جاؤ جہنم کے دروازوں میں اور اُس میں رہو ہمیشہ ہمیش۔ پھر یقیناً بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے تکبر کرنے والوں کا۔''

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ۭ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا

فِيْهَا ؕ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۹۷﴾﴾ (النساء)

''بے شک وہ لوگ جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے' جب فرشتے ان کی جانیں قبض کرتے ہیں تو ان سے پوچھتے ہیں کہ تم کس حال میں تھے؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم زمین میں بے بس تھے۔ فرشتے کہتے ہیں کہ کیا اللہ کی زمین کشادہ نہیں تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے؟ پس اُن لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے' اور وہ بہت ہی بُری ہے لوٹنے کی جگہ۔''

## (۲) عذاب دیکھتے ہی فریادیں

غافل انسان کی ہلاکت کسی آفت یا عذاب کی لپیٹ میں آکر ہوتی ہے یا اُسے بستر مرگ پر شدید اذیت دے کر موت کے گھاٹ اتارا جاتا ہے۔ عذاب کی یہ بھیانک کیفیت جب اُس پر طاری ہوتی ہے تو وہ فریادیں کرتا ہے اور اصلاحِ احوال کے لیے مہلت مانگتا ہے' لیکن اب یہ فریادیں اُسے غفلت کی سزا سے بچا نہیں سکتیں۔ قرآنِ مجید غافل انسان کی اِن فریادوں کو یوں بیان کرتا ہے:

﴿كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۲۰۰﴾ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۲۰۱﴾ فَيَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾ فَيَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۲۰۴﴾ اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ ﴿۲۰۵﴾ ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾ مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ ﴿۲۰۷﴾﴾ (الشعراء)

''یہی روش ہم نے بٹھا دی ہے مجرموں کے دلوں میں' کہ وہ حق پر ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ دردناک عذاب کو نہ دیکھ لیں۔ پس وہ آئے گا ان پر اچانک جبکہ انہیں اس کا شعور تک نہ ہوگا۔ پھر وہ کہیں گے کہ کیا ہمیں کچھ مہلت دی جائے گی؟ تو کیا وہ ہمارے عذاب کے حوالے سے جلدی کر رہے ہیں؟ (اے نبی ﷺ!) کیا آپ نے دیکھا کہ ہم نے اِنہیں مال ومتاع دیا ہے چند برسوں تک۔ پھر اُن پر آیا ہے وہ عذاب جس سے اُنہیں ڈرایا گیا تھا۔ اب کچھ کام نہ آیا ان کے وہ مال ومتاع جس سے وہ فائدہ اٹھا رہے تھے۔''

﴿وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿۵۵﴾ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ﴿۵۶﴾ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۵۷﴾ اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ



مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۸﴾ بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰيٰتِيْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۹﴾﴾ (الزمر)

''اور اِس نہایت اچھی (کتاب) کی جو تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل ہوئی ہے پیروی کرو' اِس سے پہلے کہ تم پر اچانک عذاب آ جائے اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔ (مبادا اُس وقت) کوئی شخص کہنے لگے کہ (ہائے) اُس تقصیر پر افسوس ہے جو میں نے اللہ کے حق میں کی اور میں تو مذاق ہی کرتا رہا۔ یا یہ کہنے لگے کہ اگر اللہ مجھ کو ہدایت دیتا تو میں بھی پرہیزگاروں میں ہوتا۔ یا جب عذاب دیکھ لے تو کہنے لگے کہ اگر مجھے پھر ایک دفعہ دنیا میں جانا ہو تو میں نیکوکاروں میں ہو جاؤں۔ (اللہ فرمائے گا) کیوں نہیں میری آیات تیرے پاس پہنچ گئی تھیں مگر تو نے اُن کو جھٹلایا اور شیخی میں آ گیا اور تو بھی (عملی طور پر) کافروں ہی میں سے تھا۔''

﴿وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ﴿۴۴﴾ وَّسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ﴿۴۵﴾﴾ (ابراھیم)

''(اے نبی ﷺ!) خبردار کیجیے لوگوں کو جس روز کہ ان پر عذاب آئے گا تو کہیں گے وہ لوگ کہ جنہوں نے ظلم کیا: اے ہمارے رب! تو ہمیں مہلت دے دے ایک قریبی مدت تک کے لیے تاکہ اب ہم تیری پکار پر لبیک کہیں اور ہم رسولوں کا اتباع کریں۔ (کہا جائے گا:) کیا یہ تم ہی لوگ نہیں تھے جو کہ اس سے پہلے قسمیں کھاتے تھے کہ تمہارے لیے کوئی زوال نہیں ہے۔ اور تم آباد تھے ان لوگوں کی بستیوں میں جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا' اور تمہارے لیے بات واضح ہو چکی تھی کہ ہم نے ان کے ساتھ کیا کیا تھا' اور ہم نے تمہارے لیے مثالیں بیان کر دی تھیں۔''

﴿وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴿۱۱﴾ فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ﴿۱۲﴾ لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ ﴿۱۳﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۱۴﴾ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ﴿۱۵﴾﴾ (الانبیاء)

''اور کتنی ہی بستیاں ایسی گزری ہیں کہ جن کو ہم نے پیس ڈالا جبکہ وہ ظالم تھیں اور اس

کے بعد ہم نے دوسری قوموں کو اٹھایا۔ تو جب اُنہوں نے محسوس کیا ہماری پکڑ کو تو پھر وہاں سے بھاگنے لگے۔ (کہا گیا) اب بھاگو نہیں' لوٹو اُس عیش کی طرف جس میں تم تھے اور اپنے گھروں کی طرف تاکہ تم سے باز پرس کی جائے۔ اُنہوں نے کہا ہائے ہماری خرابی! بے شک ہم ہی ظلم کرنے والے تھے۔ تو پھر برابر رہی ان کی یہی فریاد یہاں تک کہ ہم نے ان کو کر دیا وہ کٹی ہوئی کھیتی جو جلنے کے بعد بجھ گئی ہو۔''

## (۳) قیامت کی ہولناکی دیکھتے ہی گھبراہٹ

غافلین جب قیامت کے دن دوبارہ زندہ کیے جائیں گے تو جس گھبراہٹ سے دوچار ہوں گے' اُس کا ذکر قرآنِ حکیم اِس طرح کرتا ہے:

﴿فَاِنَّمَا هِیَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ یَنْظُرُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَقَالُوْا یٰوَیْلَنَا هٰذَا یَوْمُ الدِّیْنِ ﴿۲۰﴾ هٰذَا یَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۱﴾﴾ (الصّٰفّٰت)

''پس وہ تو ہوگی ایک ہی ڈانٹ اور پھر وہ دیکھنے لگیں گے۔ اور کہیں گے ہائے ہماری خرابی! یہ تو بدلے کا دن ہے۔ یہ وہ فیصلے کا دن ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے!''

﴿وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰی رَبِّهِمْ یَنْسِلُوْنَ ﴿۵۱﴾ قَالُوْا یٰوَیْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ؕ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۲﴾ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَالْیَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَیْـًٔا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۴﴾﴾ (یٰسٓ)

''اور صور میں پھونک ماری جائے گی تو لوگ یک دم اپنی قبروں سے اپنے رب کی طرف چل پڑیں گے۔ کہیں گے ہائے ہماری خرابی! کس نے ہمیں دوبارہ اٹھا دیا ہماری خواب گاہوں سے۔ یہ ہے جس کا وعدہ کیا تھا رحمان نے اور سچ کہا تھا رسولوں نے۔ وہ نہیں ہوگی مگر ایک ہی چنگھاڑ پس وہ سب کے سب ہمارے پاس آحاضر ہوں گے۔ اُس روز کسی جان پر کوئی ظلم نہ کیا جائے گا اور تم بدلے میں نہیں دیے جاؤ گے مگر وہی عمل جو تم کرتے رہے۔''

﴿وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِیَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ یٰوَیْلَنَا قَدْ كُنَّا فِیْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِیْنَ ﴿۹۷﴾ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ﴿۹۸﴾ لَوْ كَانَ هٰۤؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ؕ وَكُلٌّ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۹۹﴾ لَهُمْ فِیْهَا زَفِیْرٌ وَّهُمْ فِیْهَا لَا یَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾﴾ (الانبیاء)



''اور (قیامت کا) وعدۂ برحق قریب آ لگے گا تو یک دم پتھرا جائیں گی آنکھیں اُن کی کہ جنہوں نے کفر کیا۔ (کہیں گے) ہائے ہماری بربادی! ہم تو اِس سے غفلت میں تھے بلکہ ہم ظالم تھے۔ یقیناً تم اور وہ بُت جن کو تم پُوجتے ہو اللہ کے سوا' وہ جہنم کا ایندھن ہیں' اور تم سب وہاں پہنچنے والے ہو۔ اگر وہ ہوتے واقعی معبود تو وہاں پر نہ پہنچتے۔ اور وہ سب کے سب اُس میں ہمیشہ ہمیش رہنے والے ہیں۔ اُن کے لیے ہے اِس میں چیخنا چلّانا اور وہ اس میں کچھ سن نہ سکیں گے۔''

﴿فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ﴿۷﴾ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ﴿۸﴾ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ﴿۹﴾ یَقُوْلُ الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍ اَیْنَ الْمَفَرُّ ﴿۱۰﴾ كَلَّا لَا وَزَرَ ﴿۱۱﴾ اِلٰی رَبِّكَ یَوْمَئِذِ ِۨ الْمُسْتَقَرُّ ﴿۱۲﴾ یُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍ ۢ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ﴿۱۳﴾ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِهٖ بَصِیْرَةٌ ﴿۱۴﴾ وَّلَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَهٗ ﴿۱۵﴾﴾ (القیٰمة)

''جبکہ نگاہیں چُندھیا جائیں گی' اور چاند گہنا جائے گا' اور جمع کر دیے جائیں گے سورج اور چاند۔ اس روز انسان کہے گا کہ کوئی ہے بھاگنے کی جگہ؟ ہرگز نہیں' کوئی پناہ گاہ نہیں! اُس دن تو تمہارے رب کی طرف ہی جا ٹھہرنا ہے۔ جتلا دیا جائے گا انسان کو اُس روز جو کچھ اُس نے آگے بھیجا اور جو کچھ اُس نے پیچھے چھوڑا۔ بلکہ انسان خود ہی اپنے اوپر خوب نگاہ رکھنے والا ہے' خواہ وہ کتنی ہی اپنی معذرتیں پیش کرے۔''

﴿فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ﴿۳۳﴾ یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ ﴿۳۴﴾ وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ ﴿۳۵﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِیْهِ ﴿۳۶﴾ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ یَوْمَئِذٍ شَاْنٌ یُّغْنِیْهِ ﴿۳۷﴾ وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿۳۸﴾ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿۳۹﴾ وَوُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ عَلَیْهَا غَبَرَةٌ ﴿۴۰﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿۴۱﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿۴۲﴾﴾ (عبس)

''تو پھر جب آئے گی کانوں کو پھوڑ دینے والی آواز۔ اُس روز آدمی بھاگے گا اپنے بھائی سے' اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے' اور اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹے سے۔ اُس روز ہر شخص کو ان میں سے ایسی فکر ہوگی جو کہ اُسی کو فائدہ دے گی۔ اس روز کچھ چہرے روشن ہوں گے' ہنستے ہوئے ہوں گے' بشارتیں وصول کرتے ہوں گے۔ اور کچھ چہرے اس روز ایسے ہوں گے کہ ان پر گرد پڑی ہوئی ہوگی' اور اُن پر چڑھ رہی ہوگی سیاہی۔ یہ وہ لوگ ہیں جو کافر تھے اور فاسق فاجر۔''

﴿یَوْمَئِذٍ یَّوَدُّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰی بِهِمُ الْاَرْضُ ؕ وَلَا

يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا﴿۴۲﴾﴾ (النساء)

''اُس روز تمنّا کریں گے وہ لوگ کہ جنہوں نے کفر کیا تھا اور جنہوں نے رسولؐ کی نافرمانی کی تھی کہ کاش (وہ دھنس جائیں اور) برابر کر دی جائے ان کے اوپر زمین' اور وہ اللہ تعالیٰ سے کوئی بات چھپا نہ سکیں گے۔''

﴿وَجِایْٓءَ یَوْمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ ۙ یَوْمَئِذٍ یَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى﴿۲۳﴾ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ قَدَّمْتُ لِحَیَاتِیْ﴿۲۴﴾ فَیَوْمَئِذٍ لَّا یُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ﴿۲۵﴾ وَّلَا یُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ﴿۲۶﴾﴾ (الفجر)

''اور اُس روز لائی جائے گی جہنم' اُس روز انسان سوچے گا' لیکن اب کیا فائدہ اس کے سوچنے کا! وہ حسرت سے کہے گا ہائے میری خرابی! کاش میں نے اپنی اِس زندگی کے لیے کچھ آگے بھیجا ہوتا! پس اُس روز اس کو ایسا عذاب کوئی نہ دے سکے گا جیسا کہ اللہ دے گا' اور اُسے ایسا کوئی نہ جکڑ سکے گا جیسے اللہ اُسے جکڑے گا۔''

بُرے لوگوں سے دوستیاں رکھنے والے اظہارِ پشیمانی اس طرح کریں گے:

﴿وَیَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى یَدَیْهِ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِی اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلًا﴿۲۷﴾ یٰوَیْلَتٰى لَیْتَنِیْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیْلًا﴿۲۸﴾ لَقَدْ اَضَلَّنِیْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِیْ ؕ وَكَانَ الشَّیْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا﴿۲۹﴾﴾ (الفرقان)

''اور اُس روز ظالم اپنا ہاتھ کاٹ کھائے گا' کہے گا ہائے افسوس! کاش میں نے رسولؐ کے ساتھ راستہ اختیار کیا ہوتا۔ ہائے میری خرابی! کاش میں نے نہ بنایا ہوتا فلاں شخص کو دوست! اُس نے مجھے بہکا دیا ذکر سے اِس کے بعد کہ وہ میرے پاس آیا۔ اور شیطان انسان کو رسوا کر دینے والا ہے۔''

قرآنِ مجید سے غفلت برتنے والے کا انجام اور فریادیوں بیان کی گئی:

﴿وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰى﴿۱۲۴﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِیْرًا﴿۱۲۵﴾ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰیٰتُنَا فَنَسِیْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْیَوْمَ تُنْسٰى﴿۱۲۶﴾﴾ (طٰہٰ)

''اور جس نے میرے ذکر سے اعراض کیا تو یقیناً اُس کے لیے ہوگی گزران تنگ اور ہم اُٹھائیں گے اُسے روزِ قیامت اندھا۔ وہ کہے گا کہ اے میرے رب! تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا ہے جبکہ میں تو دیکھنے والا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اِسی طرح تیرے پاس میری



آیات آئی تھیں پس تو نے ان کو بھلا دیا تھا' اسی طرح سے آج تو بھی فراموش کر دیا گیا ہے۔''

## (۴) دنیا کی مختصر زندگی میں غفلت پر ندامت

روزِ قیامت غافلین کو اپنی اِس روش پر شدید حسرت ہوگی کہ اُنہوں نے دنیا کی انتہائی محدود زندگی کے مفادات کو ترجیح دیتے ہوئے آخرت کی لامحدود زندگی کی تیاری سے غفلت برتی:

﴿یَّوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِیْنَ یَوْمَئِذٍ زُرْقًا﴿۱۰۲﴾ یَّتَخَافَتُوْنَ بَیْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا﴿۱۰۳﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَقُوْلُوْنَ اِذْ یَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِیْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا یَوْمًا﴿۱۰۴﴾﴾ (طٰہٰ)

''جس روز کہ صور میں پھونک ماری جائے گی اور اُس روز ہم اکٹھا کریں گے مجرموں کو اس حال میں کہ ان کی آنکھیں نیلی ہوں گی' چپکے چپکے باہم باتیں کر رہے ہوں گے کہ تم نہیں ٹھہرے (دنیا میں) مگر یہ کہ دس دن۔ اور ہم خوب جانتے ہیں اُسے جو وہ کہہ رہے ہوں گے جب کہ ان میں سے کہے گا جو سب سے زیادہ سمجھ دار ہوگا کہ تم نہیں ٹھہرے مگر ایک دن۔''

﴿قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِی الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِیْنَ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا لَبِثْنَا یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ فَسْـَٔلِ الْعَآدِّیْنَ﴿۱۱۳﴾ قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴿۱۱۴﴾﴾ (المؤمنون)

''اللہ تعالیٰ پوچھے گا بتاؤ تم زمین میں کتنے عرصے رہے برسوں کی گنتی کی اعتبار سے؟ وہ کہیں گے کہ ہم رہے ہیں ایک دن یا ایک دن کا بھی کچھ حصہ' (اے اللہ!) آپ پوچھ لیجئے شمار کرنے والوں سے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم نہیں رہے مگر بہت کم' کاش کہ تم اِس بات کو جان لیتے!''

## (۵) روزِ قیامت غلط بیانی

روزِ قیامت جب اللہ تعالیٰ غافلین سے اُن کی مجرمانہ سرگرمیوں کی باز پرس فرمائے گا تو وہ جھوٹ بول کر اپنے جرائم کی سزا سے بچنے کی کوشش کریں گے۔ منافقین جھوٹی قسمیں کھا کر اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینے کی ناکام اور ناپاک حرکت کریں گے:

﴿یَوْمَ یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِیْعًا فَیَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا یَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَیَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَیْءٍ ؕ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ﴿۱۸﴾﴾ (المجادلة)

''اُس روز اللہ اُن سب کو اٹھائے گا تو وہ اللہ کے سامنے بھی ویسے ہی قسمیں کھائیں گے جیسے تمہارے سامنے کھاتے ہیں اور وہ سمجھیں گے کہ وہ کسی دلیل پر ہیں۔ سن لو

بے شک وہ لوگ جھوٹے ہیں۔''

مشرکین بھی قسمیں کھا کر اپنے شرک کے جرم سے مکرنے کی کوشش کریں گے:

﴿وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَيْنَ شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿٢٢﴾ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ﴿٢٣﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿٢٤﴾﴾ (الانعام)

''اور اُس روز ہم جمع کریں گے سب کو پھر ہم کہیں گے اُن سے جنہوں نے شرک کیا کہاں ہیں تمہارے وہ شریک کہ جن کے بارے میں تم دعویٰ کیا کرتے تھے؟ پھر نہیں ہوگا اُن کے پاس کوئی بہانہ سوائے اِس کے کہ وہ کہیں گے قسم ہے اللہ کی جو ہمارا رب ہے ہم مشرک نہیں تھے۔ دیکھو کیسے جھوٹ بول رہے ہیں اپنی جانوں پر اور گم ہو گیا اُن سے وہ جھوٹ جو گھڑا کرتے تھے۔''

## (۶) نامۂ اعمال دیکھتے ہی نالہ وفریاد

اللہ تعالیٰ جب غافلین کو اُن کا نامۂ اعمال اُن کے بائیں ہاتھ میں دے گا تو اُن بدنصیبوں کی چیخ و پکار دلخراش ہوگی:

﴿وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ﴿١٠﴾ فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ﴿١١﴾ وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا ﴿١٢﴾ اِنَّهٗ كَانَ فِيْٓ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ﴿١٣﴾ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ ﴿١٤﴾ بَلٰٓى ۚ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا ﴿١٥﴾﴾ (الانشقاق)

''اور جسے اُس کا نامۂ اعمال دیا گیا اُس کی پیٹھ کے پیچھے سے اب وہ عنقریب پکارے گا موت کو اور وہ داخل ہوگا آگ میں۔ وہ تو اپنے گھر والوں میں بہت خوش تھا۔ اُسے تو خیال بھی نہیں تھا کہ اُسے لوٹ کر بھی جانا ہے۔ کیوں نہیں! بے شک اُس کا رب اُسے دیکھنے والا تھا۔''

﴿وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ﴿٢٥﴾ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ﴿٢٦﴾ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ﴿٢٧﴾ مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ ﴿٢٨﴾ هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ ﴿٢٩﴾ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ﴿٣٠﴾ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ﴿٣١﴾ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ﴿٣٢﴾ اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ﴿٣٣﴾ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿٣٤﴾ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ﴿٣٥﴾ وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ



غِسْلِيْنٍ ﴿٣٦﴾ لَّا يَاْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ ﴿٣٧﴾﴾ (الحاقة)

''اور جس کو اس کا نامۂ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا گیا ہوگا تو وہ (مارے حسرت وافسوس کے) کہے گا اے کاش! مجھے نہ دیا گیا ہوتا میرا نامۂ اعمال' اور مجھے اس کی خبر ہی نہ ہوتی کہ میرا حساب کیا ہے۔ اے کاش! وہی (دنیا والی) موت ہی خاتمہ کر دینے والی ہوتی۔ کچھ کام نہ آ سکا مجھے میرا مال' رخصت ہو گیا مجھ سے میرا اقتدار۔ (کہا جائے گا) پکڑو اسے اور طوق پہنا دو' پھر جھونک دو اس کو (دوزخ کی) دہکتی آگ میں' پھر ایک ایسی زنجیر میں جس کا طول ستّر ہاتھ ہے اس کو جکڑ دو۔ اس لیے کہ یہ ایمان نہیں رکھتا تھا عظمت والے اللہ پر' اور یہ مسکین کو کھانا کھلانے پر زور نہیں دیتا تھا۔ پس آج کے دن اس کے لیے کوئی بھی گرم جوش دوست نہیں' اور اس کے لیے سوائے زخموں کے دھوون کے کوئی کھانا نہیں۔ اس کھانے کو کوئی نہیں کھائے گا سوائے گناہ گاروں کے۔''

﴿وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۭ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴿٤٩﴾﴾ (الكهف)

''اور لا کر رکھ دیا جائے گا نامۂ اعمال' تو تم دیکھو گے مجرموں کو کہ جو کچھ اُس میں ہوگا وہ اُس سے ڈر رہے ہوں گے۔ کہیں گے ہائے ہماری خرابی! یہ کیسی کتاب ہے کہ نہیں چھوڑتی کوئی چھوٹی چیز اور نہ ہی کوئی بڑی چیز مگر اس نے سب کو محفوظ کر رکھا ہے۔ اور وہ پائیں گے جو بھی انہوں نے عمل کیا ہے موجود۔ (اے نبی ﷺ!) آپ کا رب کسی ایک پر بھی ظلم نہیں کرے گا۔''

﴿اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ۚ يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ﴿٤٠﴾﴾ (النباء)

''بے شک ہم نے تمہیں خبردار کر دیا ہے قریبی عذاب سے' اُس دن آدمی دیکھے گا جو کچھ اُس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا' اور اُس روز کافر کہے گا ہائے میری خرابی! کاش میں مٹی ہوتا۔''

## (۷) خودساختہ معبودوں کی طرف سے اعلانِ براءت

شرک کرنے والے غافل اپنے معبودوں کی طرف حسرت سے مدد کے حصول کے لیے لپکیں گے' لیکن وہ معبود اُن سے صاف اعلانِ بیزاری کر دیں گے:

﴿وَاِذَا رَاَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ قَالُوْا رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِیْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ ۚ فَاَلْقَوْا اِلَیْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۸۶﴾ وَاَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ یَوْمَىِٕذِ ِۨ السَّلَمَ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ﴿۸۷﴾﴾ (النحل)

''اور جب دیکھیں گے وہ لوگ جنہوں نے شرک کیا اپنے بنائے ہوئے شریکوں کو تو وہ کہیں گے اے ہمارے رب! یہ ہمارے وہ شریک ہیں جنہیں ہم پکارتے تھے تیرے سوا! تو وہ پھینک ماریں گے ان کی طرف یہ بات کہ بلاشبہ تم یقیناً جھوٹے ہو۔ اور وہ پیش کریں گے اللہ کی طرف اس دن فرمانبرداری اور گم ہو جائے گا ان سے جو وہ جھوٹ باندھا کرتے تھے۔''

## (۸) اپنے محبوب رشتہ داروں کے عوض خود کو بچانے کی آرزو

جب غافل انسان عذاب سے بچنے کا کوئی سہارا نہ پائے گا تو وہ اپنے محبوب رشتہ داروں کو بطورِ فدیہ دے کر اپنی جان چھڑانے کی کوشش کرے گا:

﴿یَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ یَفْتَدِیْ مِنْ عَذَابِ یَوْمِىِٕذٍۭ بِبَنِیْهِ ﴿۱۱﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِیْهِ ﴿۱۲﴾ وَفَصِیْلَتِهِ الَّتِیْ تُـْٔوِیْهِ ﴿۱۳﴾ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۙ ثُمَّ یُنْجِیْهِ ﴿۱۴﴾ كَلَّا ؕ اِنَّهَا لَظٰى ﴿۱۵﴾ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ﴿۱۶﴾ تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى ﴿۱۷﴾ وَجَمَعَ فَاَوْعٰى ﴿۱۸﴾﴾ (المعارج)

''خواہش کرے گا مجرم کاش کہ وہ فدیے میں دے دے اس دن کے عذاب سے بچنے کے لیے اپنی اولاد کو' اپنی بیوی کو اور اپنے بھائی کو' اور اپنے قریب ترین خاندان کو جو اسے پناہ دیا کرتا تھا' اور ان سب کو جو زمین میں ہیں' اور اس طرح نجات دلا دے یہ اپنے آپ کو۔ ہرگز نہیں! واقعہ یہ ہے کہ وہ تو بھڑکتی ہوئی آگ کی لپٹ ہوگی' جو چاٹ جائے گی گوشت پوست کو۔ جو پکار پکار کر بلائے گی ہر اُس شخص کو جس نے پیٹھ پھیری اور منہ موڑا (حق سے)۔ اور جمع کیا (مال) اور سنبھال سنبھال کر رکھا۔''

## (۹) قائدین اور پیروکاروں کا باہم جھگڑا

میدانِ حشر میں دنیادار مذہبی و سیاسی قائدین کے ساتھ اُن کے غافل پیروکاروں کے جھگڑے کو قرآنِ حکیم نے بار بار بیان کیا ہے۔ پہلے تو پیروکار قائدین سے پوچھیں گے کہ کیا تم ہم پر سے عذاب کو ٹال سکتے ہو:



﴿وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِیْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ؕ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَیْنٰكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَیْنَاۤ اَجَزِعْنَاۤ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِیْصٍ ﴿۲۱﴾﴾ (ابراھیم)

''اور پیش ہوں گے اللہ کے حضور سب پھر کہیں گے کمزور لوگ ان سے جو بڑے بنے ہوئے تھے (دنیا میں) یقیناً ہم تو تمہارے تابع تھے تو کیا تم بچا سکو گے ہمیں اللہ کے عذاب سے ذرا بھی؟ وہ جواب دیں گے اگر راہ دکھائی ہوتی ہمیں اللہ نے (نجات کی) تو ہم ضرور تمہیں دکھا دیتے۔ (اب تو) یکساں ہے ہمارے لیے خواہ روئیں پیٹیں ہم یا صبر کریں' نہیں ہے ہمارے لیے بچنے کی کوئی صورت۔''

جب قائدین اپنی بے بسی کا اعتراف کریں گے تو اب پیروکار اُن پر الزام تراشیاں کریں گے:

﴿وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ یَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ قَالُوْٓا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْیَمِیْنِ ﴿۲۸﴾ قَالُوْا بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ ﴿۲۹﴾ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَیْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ ۚ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِیْنَ ﴿۳۰﴾ فَحَقَّ عَلَیْنَا قَوْلُ رَبِّنَاۤ ۫ اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ ﴿۳۱﴾ فَاَغْوَیْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِیْنَ ﴿۳۲﴾ فَاِنَّهُمْ یَوْمَىِٕذٍ فِی الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِیْنَ ﴿۳۴﴾﴾ (الصّٰفّٰت)

''اور بڑھیں گے ایک دوسرے کی طرف (اور) باہم تکرار شروع کر دیں گے۔ پیروی کرنے والے (اپنے پیشواؤں سے) کہیں گے تم آتے تھے ہمارے پاس خیر خواہ بن کر قسمیں کھاتے ہوئے! (ہمیں گمراہ کرنے کے لیے)۔ وہ جواب دیں گے نہیں بلکہ تم خود ہی ایمان لانے والے تھے۔ اور نہ تھا ہمارا تم پر کوئی زور بلکہ تم سرکش لوگ تھے۔ سو پوری ہوگئی ہمارے بارے میں بات ہمارے رب کی کہ اب ہمیں مزا چکھنا پڑے گا (عذاب کا)۔ سو ہم نے تم کو بہکایا (کیونکہ) ہم خود ہی تھے بہکے ہوئے۔ چنانچہ یہ سب آج عذاب میں ایک دوسرے کے ساتھ شریک ہوں گے۔ یقیناً ہم یہی کچھ کیا کرتے ہیں مجرموں کے ساتھ۔''

﴿وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖۚ یَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ ِۨ الْقَوْلَ ۚ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَاۤ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِیْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْۤا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِیْنَ ﴿۳۲﴾ وَقَالَ الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا

لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ؕ وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْٓ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۳۳﴾ (سبا)

''اور کاش تم دیکھو وہ سماں جب ظالم لوگ کھڑے کیے جائیں گے اپنے رب کے حضور' ڈال رہے ہوں گے وہ ایک دوسرے پر الزام۔ کہیں گے وہ لوگ جو دبا کر رکھے گئے تھے ان لوگوں سے جو بڑے بنے ہوئے تھے کہ اگر تم نہ ہوتے تو ضرور ہوتے ہم مؤمن۔ اور کہیں گے وہ لوگ جو بڑے بنے ہوئے تھے ان سے جو دبا کر رکھے گئے تھے کیا ہم نے زبردستی روکا تھا تم کو ہدایت سے اس کے بعد کہ آ گئی تھی وہ تمہارے پاس؟ نہیں بلکہ تم خود ہی مجرم تھے۔ اور کہیں گے وہ لوگ جو دبا کر رکھے گئے تھے ان سے جو بڑے بنے ہوئے تھے نہیں بلکہ یہ تمہاری شب و روز کی سازشیں تھیں جب تم حکم دیتے تھے ہم کو کہ ہم کفر کریں اللہ کے ساتھ اور ٹھہرائیں ہم (دوسروں کو) اس کا ہمسر۔ اور دل ہی دل میں پچھتائیں گے یہ جب دیکھیں گے عذاب کو۔ اور ڈال دیں گے ہم طوق گردنوں میں ان لوگوں کی جنہوں نے کفر کیا۔ نہیں بدلہ دیا جائے گا انہیں مگر اسی کا جو وہ کرتے رہے۔''

آخر کار پیرو کار بڑی حسرت سے قائدین کے خلاف غم و غصہ کا اظہار کریں گے:

﴿اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ﴿۱۶۶﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ﴿۱۶۷﴾﴾ (البقرة)

''جب بیزار ہو جائیں گے وہ جن کی پیروی کی گئی تھی اُن سے جنہوں نے پیروی کی تھی اور دیکھ لیں گے (وہ سب) عذاب اور ٹوٹ جائیں گے اُن کے تعلقات۔ اور کہیں گے پیروی کرنے والے کاش ہمارے لیے ممکن ہوتا ایک دفعہ لوٹنا (دنیا میں) تو ہم بھی بیزار ہو جاتے اِن (پیشواؤں) سے جیسے وہ (آج) بیزار ہو گئے ہیں ہم سے۔ اِسی طرح اللہ دکھائے گا اُنہیں اُن کے اعمال حسرت دلانے کو' اور وہ نہ نکل پائیں گے آگ (کے عذاب) سے۔''

## (۱۰) شیطان کی لعن طعن

جب اللہ تعالیٰ غافلین کو جہنم میں داخل کرنے کا فیصلہ سنا دے گا تو اُس وقت شیطان اُن



کی حسرت میں اضافہ کے لیے اُنہیں اِس طرح لعن طعن کرے گا:

﴿وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۲﴾﴾ (ابراهيم)

''اور کہے گا شیطان جب چکا دیا جائے گا فیصلہ بے شک اللہ نے تم سے وعدہ کیا تھا سچا وعدہ' اور میں نے بھی تم سے وعدہ کیا تھا' مگر میں نے تم سے وعدہ خلافی کی۔ لیکن نہ تھا میرا تم پر کوئی زور' البتہ میں نے تم کو دعوت دی تھی اور تم نے لبیک کہا میری دعوت پر' سو مت ملامت کرو تم مجھے بلکہ ملامت کرو اپنے آپ ہی کو۔ (آج) نہ میں تمہارا فریاد رس ہوں اور نہ تم میری فریاد رسی کر سکتے ہو۔ میں بری الذمہ ہوں اس (شرک) سے جو تم نے مجھے شریک ٹھہرا کر کیا تھا اس سے پہلے (دنیا میں)۔ بے شک ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

## (۱۱) پُل صراط پر چیخ و پکار

جہنم کی طرف جاتے ہوئے غافلین چیخ چیخ کر فریادیں کریں گے:

﴿يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۲﴾ يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ؕ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ؕ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ﴿۱۳﴾ يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۱۴﴾ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ؕ هِيَ مَوْلٰىكُمْ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۵﴾ اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۱۶﴾﴾ (الحديد)

''اُس دن جب تم دیکھو گے مؤمن مَردوں اور مؤمن عورتوں کو کہ دوڑ رہا ہوگا ان کا نُور ان کے آگے آگے اور ان کی دائیں جانب (ان سے کہا جائے گا) بشارت ہے تمہارے لیے آج ایسی جنتوں کی جن کے نیچے بہہ رہی ہوں گی نہریں' ہمیشہ رہیں گے وہ ان میں۔ یہی ہے بڑی کامیابی۔ اس دن کہیں گے منافق مرد اور منافق عورتیں اہلِ ایمان سے کہ ذرا ہمارا بھی خیال رکھو تاکہ ہم روشنی حاصل کریں تمہارے نور سے۔ ان سے کہا جائے گا لوٹ جاؤ پیچھے کی طرف اور تلاش کرو روشنی۔ پھر حائل کر دی جائے گی ان کے درمیان ایک دیوار جس میں ایک دروازہ ہوگا' اس کے اندر کی طرف ہوگی رحمت اور باہر کی طرف ہوگا عذاب۔ پکار پکار کر کہیں گے وہ مومنوں سے کیا نہ تھے ہم بھی تمہارے ساتھ؟ مؤمن کہیں گے ہاں مگر تم نے خود فتنے میں ڈالا اپنے آپ کو اور موقع پرستی اور شک میں پڑے رہے اور فریب دیتی رہیں تم کو تمنائیں' یہاں تک کہ آ گیا اللہ کا فیصلہ اور (آخر وقت تک) دھوکے میں مبتلا رکھا تم کو اللہ کے بارے میں بڑے دھوکے باز (شیطان) نے۔ سو آج نہ قبول کیا جائے گا تم سے کوئی فدیہ اور نہ ان لوگوں سے جنہوں نے کھلا انکار کیا تھا۔ تمہارا ٹھکانا جہنم ہے' وہی خبر گیری کرنے والی ہے تمہاری' اور یہ بدترین انجام ہے۔ کیا نہیں آیا ابھی وقت ان لوگوں کے لیے جو ایمان لا چکے ہیں اس بات کا کہ پگھلیں ان کے دل اللہ کے ذکر سے (اور جھکیں آگے) اس کے جو نازل ہوا ہے حق (اللہ کی طرف سے) اور نہ ہو جائیں وہ ان لوگوں کی طرح جنہیں دی گئی تھی کتاب پہلے' پھر لمبی گزر گئی ان پر مدت تو سخت ہو گئے ان کے دل۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اکثر ان میں فاسق ہیں۔''

## (۱۲) جہنم کے قریب حسرت و ملامت

جب غافلین جہنم کے قریب پہنچیں گے تو جس حسرت و ملامت کا سامنا کریں گے' اُس کی تفصیل قرآنِ حکیم یوں بیان کرتا ہے:

﴿وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝۷۱ قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝۷۲﴾ (الزمر)



''اور ہانکے جائیں گے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا جہنم کی طرف گروہ در گروہ۔ یہاں تک کہ جب وہ پہنچیں گے وہاں تو کھولے جائیں گے اس کے دروازے' اور کہیں گے ان سے جہنم کے محافظ کیا نہیں آئے تھے تمہارے پاس رسول جو تم ہی میں سے تھے' پڑھ کر سنایا کرتے تھے تم کو تمہارے رب کی آیات اور ڈرایا کرتے تھے تمہیں' تمہاری اس دن کی پیشی سے؟ وہ کہیں گے ہاں آئے تھے مگر سچ ثابت ہو گیا عذاب کا فیصلہ کافروں پر۔ کہا جائے گا داخل ہو جاؤ جہنم کے دروازوں میں' ہمیشہ رہیں گے وہ اس میں۔ سو بہت ہی برا ہے ٹھکانا متکبّروں کے لیے۔''

﴿وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝۶ اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا وَّهِيَ تَفُوْرُ ۝۷ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ؕ كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ۝۸ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ ۝ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۚ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ۝۹ وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝۱۰ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝۱۱﴾ (الملك)

''اور ان لوگوں کے لیے جنہوں نے کفر کیا اپنے رب کے ساتھ جہنم کا عذاب ہے' اور (وہ) بہت برا ہے ٹھکانا۔ جب پھینکے جائیں گے وہ اس میں تو سنیں گے اس کی دھاڑنے کی آواز اور وہ جوش کھا رہی ہوگی۔ اس قدر کہ قریب ہے پھٹ جائے وہ شدتِ غضب سے۔ جب بھی ڈالا جائے گا اس میں کوئی گروہ تو پوچھیں گے ان سے جہنم کے داروغہ' کیا نہیں آیا تھا تمہارے پاس کوئی خبردار کرنے والا؟ وہ جواب دیں گے کیوں نہیں' بے شک آیا تھا ہمارے پاس خبردار کرنے والا' لیکن ہم نے اس کو جھٹلایا اور کہا نہیں نازل کیا اللہ نے کچھ بھی۔ نہیں ہو تم مگر پڑے ہوئے بڑی گمراہی میں۔ اور وہ کہیں گے کاش' ہم سنتے اور عقل و شعور کو استعمال کرتے تو نہ ہوتے ہم دوزخیوں میں۔ سو اقرار کر لیں گے وہ اپنے گناہ کا' پس لعنت ہے دوزخیوں پر۔''

﴿وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ۝۱۹ حَتّٰٓى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۲۰ وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ؕ قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝۲۱ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ

عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ فَاِنْ يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ ﴿۲۴﴾﴾ (حٰمٓ السجدہ)

''اور جس دن گھیر کر ہانکے جائیں گے اللہ کے دشمن آگ کی طرف' پھر ان کی درجہ بندی کی جائے گی۔ یہاں تک کہ جب وہ سب وہاں آ جائیں گے تو گواہی دیں گے ان کے خلاف ان کے کان' ان کی آنکھیں اور ان کے جسم کی کھالیں ان اعمال کے بارے میں جو وہ کرتے رہے تھے۔ اور کہیں گے وہ اپنے جسموں سے' کیوں گواہی دی ہے تم نے ہمارے خلاف؟ تو وہ کہیں گے کہ گویائی دی ہے ہمیں اُس اللہ نے جس نے گویائی بخشی ہے ہر چیز کو اور اُسی نے پیدا کیا ہے تمہیں پہلی بار اور اُسی کی طرف تمہیں لوٹ کر جانا ہے۔ اور (اس وقت ان سے کہا جائے گا کہ) تم لوگ اس سے بہر حال چھپ (اور بچ) نہیں سکتے تھے کہ تمہارے اپنے ہی کان' آنکھیں اور کھالیں تمہارے خلاف گواہی دیں مگر تم لوگوں نے (اپنی بدنصیبی سے) یہ سمجھ رکھا تھا کہ اللہ نہیں جانتا تمہارے بہت سے ان کاموں کو جو تم لوگ (چھپ چھپا کر) کرتے ہو۔ اور یہی تمہارا گمان جو تم رکھتے تھے اپنے رب کے بارے میں تمہیں لے ڈوبا' پس ہو گئے تم خسارہ اٹھانے والوں میں سے۔ پھر اگر وہ صبر کریں (یا نہ کریں) بہر حال آگ ہی ٹھکانا ہے ان کے لیے' اور اگر وہ توبہ کرنا چاہیں گے تو نہیں ہیں وہ اس قابل کہ انہیں توبہ کا موقع دیا جائے۔''

## (۱۳) جہنم کے اندر حسرت وافسوس

جہنم میں گرنے کے بعد غافلین کی ندامت وافسوس کا حال مختلف آیات میں بیان کیا گیا ہے۔ وہ جہنم میں گرتے ہی نالہ وفریاد کریں گے:

﴿بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ ۣ وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا ﴿۱۱﴾ اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا ﴿۱۲﴾ وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ﴿۱۳﴾ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ﴿۱۴﴾﴾ (الفرقان)

''اصل بات یہ ہے کہ یہ جھٹلاتے ہیں قیامت کو' اور تیار کر رکھی ہے ہم نے اس کے لیے



جو جھٹلائے قیامت کو' دوزخ۔ جب دیکھے گی وہ انہیں دور سے تو سنیں گے یہ اس کا غیظ و غضب اور پُرجوش آواز۔ اور جب یہ ڈالے جائیں گے اس کی کسی تنگ جگہ میں مشکیں باندھ کر تو مانگنے لگیں گے وہ اس وقت موت۔ (کہا جائے گا) مت مانگو آج صرف ایک موت کو بلکہ مانگو بہت سی موتیں۔''

پھر جہنمی اپنے لیڈروں کی طرف رجوع کریں گے کہ شاید وہ اُن کی مدد کر دیں' لیکن وہاں سے اُنہیں مایوس کن جواب ملے گا:

﴿وَاِذْ يَتَحَآجُّوْنَ فِي النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ﴿۴۷﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ ۙ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴿۴۸﴾﴾ (المؤمن)

''اور جب یہ جھگڑ رہے ہوں گے آپس میں جہنم میں تو کہیں گے وہ لوگ جو کمزور تھے ان سے جو بڑے بنے ہوئے تھے ہم تھے تمہارے تابع تو کیا تم ہٹا سکتے ہو ہم سے آگ کا کچھ حصہ؟ کہیں گے وہ لوگ جو بڑے بنے ہوئے تھے ہم سب کے سب جہنم میں ہیں' بلاشبہ اللہ فیصلہ فرما چکا ہے اپنے بندوں کے درمیان۔''

پھر وہ جہنم پر مامور فرشتوں سے عذاب میں کمی کی درخواست کریں گے:

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ﴿۴۹﴾ قَالُوْٓا اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ قَالُوْا بَلٰى ۭ قَالُوْا فَادْعُوْا ۚ وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۵۰﴾﴾ (المؤمن)

''اور کہیں گے وہ لوگ جو آگ میں جل رہے ہوں گے جہنم کے کارندوں سے کہ درخواست کرو اپنے رب سے کہ وہ تخفیف کر دے ہمارے لیے عذاب میں ایک ہی دن کی۔ وہ کہیں گے کیا نہیں آتے رہے تمہارے پاس تمہارے رسول کھلی نشانیاں لے کر؟ تو وہ کہیں گے: ہاں آئے تھے۔ فرشتے جواب دیں گے پھر تو تم خود ہی دعا کرو' اور نہیں ہے کافروں کی دعا مگر بے فائدہ۔''

﴿اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿۷۴﴾ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۷۶﴾ وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ۭ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ﴿۷۷﴾﴾ (الزخرف)

''بے شک مجرموں کو ہمیشہ کے لیے جہنم کے عذاب میں رہنا ہوگا۔ وہ عذاب ان سے

ہلکا نہ کیا جائے گا اور وہ اس میں مایوس پڑے ہوں گے۔ ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود ہی ظالم تھے۔ اور وہ پکاریں گے (جہنم پر مامور فرشتے کو) کہ اے مالک! (درخواست کرو کہ) تمہارا رب ہمارا کام ہی تمام کر دے۔ وہ فرشتہ جواب دے گا کہ تمہیں تو ہمیشہ اسی حال میں رہنا ہے!''

اِس کے بعد جہنمیوں اور اہلِ جنت کے درمیان گفتگو ہوگی۔ اہلِ جنت جہنمیوں سے اُن کے انجام کے بارے میں سوال کریں گے:

﴿وَنَادٰٓی اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ؕ قَالُوْا نَعَمْ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۵﴾﴾ (الاعراف)

''اور پکاریں گے اہل جنت جہنمیوں کو کہ ہم نے تو پالیا اُس وعدہ کو جو کیا تھا ہم سے ہمارے رب نے سچا' تو کیا تم نے بھی پایا اُس وعدہ کو جو کیا تھا تمہارے رب نے سچا؟ وہ کہیں گے: ہاں! تو پھر اعلان کرے گا ایک اعلان کرنے والا اُن کے درمیان یہ کہ لعنت ہے اللہ کی ظالموں پر۔ وہ جو روکتے تھے اللہ کی راہ سے اور ڈھونڈتے تھے اُس میں عیب' اور وہ آخرت کا انکار کرنے والے تھے۔''

جہنمی' جنتیوں کے سامنے اپنے جرائم کا اعتراف اِس طرح کریں گے:

﴿كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ﴿۳۸﴾ اِلَّاۤ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ ﴿۳۹﴾ فِيْ جَنّٰتٍ ۛؕ يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۴۰﴾ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۴۱﴾ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ﴿۴۲﴾ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ﴿۴۳﴾ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴۶﴾ حَتّٰۤى اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ ﴿۴۷﴾ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ﴿۴۸﴾﴾ (المدثر)

''ہر شخص اپنے کمائے ہوئے اعمال کے بدلے میں رہن ہے۔ سوائے دائیں بازو والوں کے۔ جو جنتوں میں ہوں گے اور پوچھیں گے' مجرموں سے: کیا چیز لے گئی تمہیں جہنم میں؟ وہ کہیں گے نہ تھے ہم نماز پڑھنے والوں میں' اور نہ کھلایا کرتے تھے ہم کھانا مسکین کو' اور باتیں بنایا کرتے تھے ہم مل کر (حق کے خلاف) باتیں بنانے والوں کے ساتھ' اور جھٹلایا کرتے تھے ہم روزِ جزا کو' یہاں تک کہ آ گئی ہمیں موت۔ سو نہ فائدہ



پہنچائے گی ان کو اب سفارش' سفارش کرنے والوں کی۔''

پھر اہلِ جنت کے سامنے ہاتھ پھیلا کر سوال کریں گے کہ ہمیں کچھ کھانے اور پینے کے لیے دے دو:

﴿وَنَادٰٓی اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ؕ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۰﴾ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۵۱﴾﴾ (الاعراف)

''اور پکاریں گے جہنمی جنتیوں کو کہ بہا دو ہم پر کچھ پانی یا اُس میں سے جو رزق دیا ہے تمہیں اللہ نے! جنتی کہیں گے کہ بے شک اللہ نے حرام کر دی ہیں یہ دونوں چیزیں کافروں پر' جنہوں نے بنا لیا تھا اپنے دین کو تماشہ اور کھیل اور دھوکہ میں ڈال دیا تھا اُنہیں دنیا کی زندگی نے' سو آج ہم فراموش کر دیں گے اُنہیں جیسے بھلا دیا تھا اُنہوں نے اِس دن کی ملاقات کو اور جس طرح وہ ہماری آیات کا انکار کیا کرتے تھے۔''

## (۱۴) جہنم میں آباء و اَجداد پر الزام تراشی

جہنم میں غافلین اپنی غفلت کا الزام اپنے آباء و اَجداد پر لگائیں گے اور اللہ تعالیٰ سے التجا کریں گے کہ اُن کے آباء و اَجداد کو کئی گنا زیادہ عذاب دیا جائے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا ﴿۶۴﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۶۵﴾ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ﴿۶۶﴾ وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّاۤ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ﴿۶۷﴾ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ﴿۶۸﴾﴾ (الاحزاب)

''بے شک اللہ نے لعنت بھیجی ہے کافروں پر اور تیار کر رکھی ہے ان کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ۔ رہیں گے یہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ' نہ پائیں گے (اپنے لیے) کوئی حامی اور نہ کوئی مددگار۔ جس دن الٹ پلٹ کیے جائیں گے ان کے چہرے آگ پر' کہیں گے اے کاش! ہم نے اطاعت کی ہوتی اللہ کی اور اطاعت کی ہوتی رسول کی۔ اور کہیں گے اے ہمارے مالک! ہم نے اطاعت کی تھی اپنے سرداروں کی اور بڑوں کی تو انہوں نے ہمیں گمراہ کر دیا راہِ راست سے۔ اے ہمارے مالک!! تو دے انہیں دگنا عذاب اور لعنت بھیج ان پر بڑی لعنت۔''

﴿هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ؕ لَا مَرْحَبًۢا بِهِمْ ؕ اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ ۛؕ لَا مَرْحَبًۢا بِكُمْ ؕ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا ۚ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِی النَّارِ ﴿۶۱﴾﴾ (صٓ)

''(جب یہ جہنم میں ڈالے جائیں گے تو کہا جائے گا) یہ ایک لشکر ہے جو گھسا چلا آ رہا ہے تمہارے پاس' کوئی خوش آمدید نہیں ان کے لیے' بے شک یہ جھلسنے والے ہیں آگ میں۔ (اور دوسرے) کہیں گے نہیں بلکہ تم ہی (جھلسائے جاؤ گے) کوئی خیر مقدم نہیں تمہارے لیے' یہ تم ہی ہو جو ہمارے آگے لائے ہو یہ انجام' سو بہت ہی بری ہے یہ جائے قرار۔ وہ کہیں گے ہمارے مالک! جو آگے لایا ہے ہمارے یہ مصیبت سو دے تو اسے عذاب دگنا جہنم کا۔''

﴿قَالَ ادْخُلُوْا فِیْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِی النَّارِ ؕ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ؕ حَتّٰۤی اِذَا ادَّارَكُوْا فِیْهَا جَمِیْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ؕ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۳۹﴾﴾ (الاعراف)

''اللہ فرمائے گا داخل ہو جاؤ (ہمراہ) اُن امتوں کے جو گزر چکی ہیں تم سے پہلے جنوں اور انسانوں میں سے جہنم کے اندر۔ جب بھی داخل ہو گی کوئی اُمت تو وہ لعنت بھیجے گی دوسری اُمت پر۔ یہاں تک کہ جب جمع ہو جائیں گی اُس میں سب اُمتیں تو کہے گی آخری امت پہلی اُمت کے متعلق اے ہمارے رب! اِنہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا پس دے اِن کو دگنا عذاب آگ میں سے۔ اللہ فرمائے گا ہر ایک کے لیے دُگنا عذاب ہے لیکن تم نہیں جانتے۔ اور کہے گی پہلی امت آخری امت سے نہیں ہے تمہیں ہم پر کوئی فضیلت پس چکھو عذاب اُن اعمال کی وجہ سے جو تم کماتے رہے۔''

## (۱۵) دنیا میں واپس بھیجنے کی التجا

جہنم کے ہولناک عذاب کی سختیوں سے تنگ آ کر غافلین اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں گے کہ ہمیں ایک بار پھر دنیا میں بھیج کر اصلاح کا موقع دیا جائے' لیکن اُن کی یہ درخواست رد کر دی جائے گی:

﴿وَلَوْ تَرٰۤی اِذْ وُقِفُوْا عَلَی النَّارِ فَقَالُوْا یٰلَیْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰیٰتِ رَبِّنَا



وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۲۷﴾ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا یُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۲۸﴾﴾ (الانعام)

''اور (اے نبی ﷺ!) اگر آپ دیکھیں جب وہ کھڑے کیے جائیں گے جہنم پر تو فریاد کریں گے اے کاش! ہم لوٹا دیے جائیں اور نہ جھٹلائیں اپنے رب کی آیات کو اور ہم ہو جائیں مؤمنوں میں سے۔ بلکہ ظاہر ہو جائے گا اُن پر جسے چھپایا کرتے تھے پہلے۔ اور اگر وہ لوٹا دیے جائیں تو ضرور وہی کریں گے جس سے اُنہیں روکا گیا ہے اور بے شک وہ واقعی جھوٹے ہیں۔''

﴿وَلَوْ تَرٰۤی اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ رَبَّنَاۤ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَیْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۳﴾ فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِیْتُمْ لِقَآءَ یَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِیْنٰكُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾﴾ (السجدة)

''اور کاش! تم دیکھو وہ منظر جب مجرم جھکائے ہوئے اپنے سر (کھڑے ہوں گے) اپنے رب کے حضور' (اور کہہ رہے ہوں گے) اے ہمارے رب! ہم نے خوب دیکھ لیا اور سن لیا پس تو ہمیں واپس بھیج دے' کریں گے ہم نیک عمل' اب ہمیں یقین آ گیا۔ اور اگر چاہتے ہم تو عطا فرما دیتے ہر شخص کو اس کی ہدایت لیکن پوری ہو گئی وہ بات جو میں نے کہی تھی کہ میں ضرور بھروں گا جہنم کو جنوں سے اور انسانوں سے سب سے۔ سو اب مزہ چکھو اس کا کہ بھول گئے تھے تم اپنی اس دن کی پیشی کو' سو ہم نے بھی بھلا دیا ہے تم کو اور چکھو مزہ ہمیشگی کے عذاب کا' ان کرتوتوں کے بدلے جو تم کرتے رہے۔''

﴿فَكُبْكِبُوْا فِیْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ ﴿۹۴﴾ وَجُنُوْدُ اِبْلِیْسَ اَجْمَعُوْنَ ﴿۹۵﴾ قَالُوْا وَهُمْ فِیْهَا یَخْتَصِمُوْنَ ﴿۹۶﴾ تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۹۷﴾ اِذْ نُسَوِّیْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۸﴾ وَمَاۤ اَضَلَّنَاۤ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۹۹﴾ فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِیْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَلَا صَدِیْقٍ حَمِیْمٍ ﴿۱۰۱﴾ فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۰۲﴾﴾ (الشعراء)

''پھر اوندھے ڈال دیے جائیں گے جہنم میں وہ اور سب گمراہ لوگ۔ اور ابلیس کے لشکر بھی سب کے سب۔ کہیں گے جبکہ وہ وہاں باہم جھگڑ رہے ہوں گے۔ اللہ کی قسم' یقیناً تھے ہم کھلی گمراہی میں مبتلا' جب ہم برابر قرار دیتے تھے تمہیں ربّ العالمین کے۔ اور نہیں گمراہ کیا تھا ہمیں مگر مجرموں نے۔ اب نہیں ہے ہمارے لیے کوئی شفاعت کرنے والا' اور نہ

کوئی جگری دوست۔ اے کاش! ہوتا ہمارے لیے پلٹنے کا ایک موقع تو ہو جاتے ہم مومن!''

﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا یُنَادَوۡنَ لَمَقۡتُ اللّٰہِ اَکۡبَرُ مِنۡ مَّقۡتِکُمۡ اَنۡفُسَکُمۡ اِذۡ تُدۡعَوۡنَ اِلَی الۡاِیۡمَانِ فَتَکۡفُرُوۡنَ ﴿۱۰﴾ قَالُوۡا رَبَّنَاۤ اَمَتَّنَا اثۡنَتَیۡنِ وَ اَحۡیَیۡتَنَا اثۡنَتَیۡنِ فَاعۡتَرَفۡنَا بِذُنُوۡبِنَا فَہَلۡ اِلٰی خُرُوۡجٍ مِّنۡ سَبِیۡلٍ ﴿۱۱﴾ ذٰلِکُمۡ بِاَنَّہٗۤ اِذَا دُعِیَ اللّٰہُ وَحۡدَہٗ کَفَرۡتُمۡ ۚ وَ اِنۡ یُّشۡرَکۡ بِہٖ تُؤۡمِنُوۡا ؕ فَالۡحُکۡمُ لِلّٰہِ الۡعَلِیِّ الۡکَبِیۡرِ ﴿۱۲﴾﴾ (المؤمن)

''بلاشبہ جن لوگوں نے کفر کیا ان سے پکار کر کہا جائے گا' سنو! اللہ کا غصہ کہیں زیادہ تھا تمہارے غصے سے' جو (آج) تم کو اپنے اوپر آ رہا ہے' اس وقت جب دعوت دی جاتی تھی تم کو ایمان کی اور تم مان کر نہیں دیتے تھے۔ وہ کہیں گے اے ہمارے رب! موت دی تو نے ہمیں دو بار اور زندہ بھی کیا تو نے ہمیں دو بار سو اعتراف کرتے ہیں ہم اپنے گناہوں کا' تو کیا (اس عذاب سے) نکلنے کا ہے کوئی راستہ؟ (جواب ملے گا) تمہاری یہ حالت اس وجہ سے ہے کہ جب دعوت دی جاتی تھی اللہ واحد کی تو تم انکار کر دیتے تھے' اور اگر شرک کیا جاتا تھا اس کے ساتھ تو تم مان لیتے تھے۔ تو فیصلہ (آج) اللہ کے اختیار میں ہے جو برتر اور بڑا ہے۔''

﴿وَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَہُمۡ نَارُ جَہَنَّمَ ۚ لَا یُقۡضٰی عَلَیۡہِمۡ فَیَمُوۡتُوۡا وَ لَا یُخَفَّفُ عَنۡہُمۡ مِّنۡ عَذَابِہَا ؕ کَذٰلِکَ نَجۡزِیۡ کُلَّ کَفُوۡرٍ ﴿۳۶﴾ وَ ہُمۡ یَصۡطَرِخُوۡنَ فِیۡہَا ۚ رَبَّنَاۤ اَخۡرِجۡنَا نَعۡمَلۡ صَالِحًا غَیۡرَ الَّذِیۡ کُنَّا نَعۡمَلُ ؕ اَوَ لَمۡ نُعَمِّرۡکُمۡ مَّا یَتَذَکَّرُ فِیۡہِ مَنۡ تَذَکَّرَ وَ جَآءَکُمُ النَّذِیۡرُ ؕ فَذُوۡقُوۡا فَمَا لِلظّٰلِمِیۡنَ مِنۡ نَّصِیۡرٍ ﴿۳۷﴾﴾ (فاطر)

''اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ان کے لیے ہے جہنم کی آگ۔ نہ فیصلہ کیا جائے گا ان کے بارے میں کہ مر جائیں اور نہ ہلکا کیا جائے گا ان سے جہنم کا عذاب۔ اسی طرح بدلہ دیتے ہیں ہم ہر اس شخص کو جو کفر کرنے والا ہو۔ اور وہ چیخ چیخ کر کہیں گے جہنم میں' اے ہمارے رب! نکال لے تو ہمیں یہاں سے تاکہ ہم کریں نیک عمل مختلف ان اعمال سے جو ہم کیا کرتے تھے۔ (جواب ملے گا) کیا نہیں دی تھی ہم نے تم کو اتنی عمر جس میں نصیحت حاصل کر سکتا تھا جو نصیحت حاصل کرنا چاہتا اور آئے تمہارے پاس خبردار کرنے والے! لہٰذا چکھو تم مزہ اب (اپنے کرتوتوں کا) پس نہیں ہے ظالموں کا کوئی مددگار۔''

﴿وَ مَنۡ خَفَّتۡ مَوَازِیۡنُہٗ فَاُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ خَسِرُوۡۤا اَنۡفُسَہُمۡ فِیۡ جَہَنَّمَ خٰلِدُوۡنَ ﴿۱۰۳﴾ تَلۡفَحُ وُجُوۡہَہُمُ النَّارُ وَ ہُمۡ فِیۡہَا کٰلِحُوۡنَ ﴿۱۰۴﴾ اَلَمۡ تَکُنۡ اٰیٰتِیۡ تُتۡلٰی عَلَیۡکُمۡ



فَکُنۡتُمۡ بِہَا تُکَذِّبُوۡنَ ﴿۱۰۵﴾ قَالُوۡا رَبَّنَا غَلَبَتۡ عَلَیۡنَا شِقۡوَتُنَا وَ کُنَّا قَوۡمًا ضَآلِّیۡنَ ﴿۱۰۶﴾ رَبَّنَاۤ اَخۡرِجۡنَا مِنۡہَا فَاِنۡ عُدۡنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوۡنَ ﴿۱۰۷﴾ قَالَ اخۡسَـُٔوۡا فِیۡہَا وَ لَا تُکَلِّمُوۡنِ ﴿۱۰۸﴾ اِنَّہٗ کَانَ فَرِیۡقٌ مِّنۡ عِبَادِیۡ یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاغۡفِرۡ لَنَا وَ ارۡحَمۡنَا وَ اَنۡتَ خَیۡرُ الرّٰحِمِیۡنَ ﴿۱۰۹﴾ فَاتَّخَذۡتُمُوۡہُمۡ سِخۡرِیًّا حَتّٰۤی اَنۡسَوۡکُمۡ ذِکۡرِیۡ وَ کُنۡتُمۡ مِّنۡہُمۡ تَضۡحَکُوۡنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنِّیۡ جَزَیۡتُہُمُ الۡیَوۡمَ بِمَا صَبَرُوۡۤا اَنَّہُمۡ ہُمُ الۡفَآئِزُوۡنَ ﴿۱۱۱﴾﴾ (المؤمنون)

''اور جن کے ہلکے ہوں گے پلڑے سو وہی ہیں جنہوں نے گھاٹے میں ڈال دیا اپنے آپ کو اور جہنم میں یہ ہمیشہ رہیں گے۔ جھلس دے گی ان کے چہروں کو آگ اور وہ اس میں انتہائی بدشکل ہوں گے۔ (ان سے کہا جائے گا) کیا ایسا نہیں تھا کہ میری آیات پڑھی جاتی تھیں تمہارے سامنے اور تم انہیں جھٹلایا کرتے تھے! وہ عرض کریں گے اے ہمارے رب! چھا گئی تھی ہم پر ہماری بدبختی اور تھے ہم گمراہ لوگ۔ اے ہمارے رب! نکال دے تو ہمیں یہاں سے' پھر اگر ہم دوبارہ ایسا کریں تو یقیناً ہم ظالم ہوں گے۔ ارشاد ہوگا دور ہو جاؤ میرے سامنے سے اور پڑے رہو اسی میں اور مجھ سے بات نہ کرو۔ صورتِ حال یہ ہے کہ تھا ایک گروہ میرے بندوں میں سے جو دعا مانگا کرتا تھا کہ ''اے ہمارے ربّ! ہم ایمان لائے سو بخش دے تو ہمیں اور ہم پر رحم فرما اور تو ہی سب سے بہتر رحم فرمانے والا ہے''۔ تو اڑایا کرتے تھے تم ان کا مذاق یہاں تک کہ غافل ہو گئے تم (ان کی ضد میں) میری یاد سے اور تم ان کی ہنسی اڑاتے رہے۔ بے شک میں بدلہ دے رہا ہوں انہیں آج ان کے صبر کا اور یقیناً وہی ہیں کامیاب!''

## حرفِ آخر

ہمیں پورے خلوص اور رقت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرنی چاہیے کہ وہ ہمیں غفلت کی نحوست سے محفوظ فرمائے۔ ہمیشہ اپنے ذکر' اپنے شکر اور اپنے احکامات کو یاد رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! اِس حوالے سے ہمیں سنت نبوی ﷺ پر عمل کرتے ہوئے حسبِ ذیل دعا کو اپنے معمولات میں شامل کر لینا چاہیے:

((اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیۡ عَلٰی ذِکۡرِکَ وَشُکۡرِکَ وَحُسۡنِ عِبَادَتِکَ)) (نسائی' ابو داؤد)

''اے اللہ! میری مدد فرما اپنے ذکر' اپنے شکر اور احسن انداز سے اپنی بندگی کے لیے۔''

❁❁❁

# قرآنی تصوّرِ فلاح

عتیق الرحمٰن صدیقی

سورۃ الاعلیٰ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ﴿١٤﴾ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى﴿١٥﴾﴾ ''فلاح پا گیا وہ جس نے پاکیزگی اختیار کی' اور اپنے ربّ کا نام یاد کیا پھر نماز پڑھی''۔ سورۃ الشّمس میں فرمایا:﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ﴿٩﴾ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ﴿١٠﴾﴾ ''فلاح پا گیا وہ جس نے نفس کا تزکیہ کرلیا' اور نامراد ہوا جس نے اس کو (فسق وفجور سے) دبا دیا۔''

## فلاح کا لغوی مفہوم

قرآن میں نہ صرف ان دو سورتوں میں بلکہ متعدد دوسرے مقامات پر اَفْلَحَ اور فلاح کے دوسرے مشتقات کا استعمال کیا گیا ہے۔ اَفْلَحَ بابِ افعال سے ماضی واحد غائب مذکر کا صیغہ ہے اور یہ ان معنوں میں استعمال ہوتا ہے: وہ جیت گیا' وہ مراد کو پہنچا' وہ کامیاب ہوگیا' اس نے نجات پائی۔ (تعلیم القرآن لغت' از صابر قرنی)

امام راغب اصفہانی نے مفردات القرآن میں لکھا ہے:

''اَلْفَلْحُ کے معنی پھاڑنا کے ہیں۔ مثل مشہور ہے کہ اَلْحَدِيْدُ بِالْحَدِيْدِ يُفْلَحُ ''لوہا لوہے کو کاٹتا ہے''۔ اس لیے فَلَّاح کسان کو بھی کہتے ہیں (کیونکہ وہ زمین کو پھاڑتا ہے) اور فلاحٌ کے معنی کامیابی اور مطلب وری کے ہیں۔ اور یہ دو قسم پر ہے دُنیوی اور اُخروی۔ فلاحِ دُنیوی ان سعادتوں کو حاصل کرنے کا نام ہے جن سے دُنیوی زندگی خوشگوار بنتی ہو' یعنی بقاءِ مال اور عزت و دولت' اور فلاحِ اُخروی چار چیزوں کے حاصل ہو جانے کا نام ہے: بقا بلا فنا' غنا بلا فقر' عزت بلا ذلت' علم بلا جہل۔ اسی لیے کہا گیا ہے: لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشُ الْآخِرَةِ کہ آخرت کی زندگی ہی حقیقی زندگی ہے' اور اسی فلاح کے متعلق فرمایا:﴿وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ﴾ (العنکبوت:٦٤) ''اور زندگی کا مقام تو آخرت کا گھر ہے''۔ ﴿اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿٢٢﴾﴾ (المجادلۃ:٢٢) ''(اور) سن رکھو کہ اللہ ہی کا لشکر مراد حاصل کرنے والا ہے''۔ اور سُحُوْرٌ یعنی طعامِ



سحر کو بھی فلاحٌ کہا گیا ہے' کیونکہ اس وقت حَيَّ عَلَى الْفَلَاح کی آواز بلند کی جاتی ہے۔ اور اذان میں حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کے معنی یہ ہیں کہ اس کامیابی کی طرف آؤ جو نماز کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے مقدر کر رکھی ہے۔'' (مفردات القرآن)

## فلاح کا قرآنی تصوّر

مندرجہ بالا سطور میں فلاح کے لغوی مفہوم کی توضیح کی گئی ہے اور اب ہم قرآنی تصورِ فلاح کو قرآنی آیات کی روشنی میں واضح کرنے کی مقدور بھر کوشش کریں گے۔ قرآن کتابِ ہدایت ہے' مگر اس کی راہنمائی سے فیض یاب ہونے کے لیے ضروری ہے کہ آدمی چند صفات سے متصف ہو۔ اوّلین صفت یہ ہے کہ وہ پرہیزگار ہو' بھلائی کا طالب ہو اور برائی سے بچنے کا خواہاں ہو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ وہ ان حقیقتوں پر یقین رکھتا ہو جو اس کے حواس سے پوشیدہ ہیں اور براہِ راست عام انسانوں کے تجربہ اور مشاہدہ میں نہیں آتیں۔ قرآن سے فائدہ اٹھانے کے لیے اہم شرط یہ ہے کہ ایمان لانے کے بعد عملاً اطاعت کے لیے آمادہ و تیار ہو۔ اس کی علامت نماز ہے' یعنی اقامتِ صلوٰۃ' گویا اجتماعی طور پر نماز کا نظام قائم کرنے کے لیے کوشاں ہو۔ اور پھر ایک اہم صفت اس میں یہ بھی ہو کہ وہ اللہ اور اس کے بندوں کے حقوق ادا کرنے میں پس وپیش نہ کرتا ہو' اور ان تمام کتابوں پر ایمان رکھتا ہو جو نبی کریم ﷺ اور ان سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام پر نازل ہوئیں۔ اور پھر وہ آخرت پر ایمان رکھتا ہو اور یقین رکھتا ہو کہ وہ اپنے تمام اعمال کے لیے اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک معیّن دن جواب دہ ہوگا۔ جو لوگ ان صفات سے مشرّف ہیں' ربّ العالمین نے ان کے بارے میں فرمایا:﴿اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿٥﴾﴾ (البقرۃ) ''یہی لوگ اپنے ربّ کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی فلاح پانے والے ہیں۔''

سورۂ آل عمران میں ارشادِ ربانی ہے:﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿١٠٤﴾﴾ ''تم میں کچھ لوگ تو ایسے ضرور ہی رہنے چاہئیں جو نیکی کی طرف بلائیں' بھلائی کا حکم دیں اور برائیوں سے روکتے رہیں۔ جو لوگ یہ کام کریں گے وہی فلاح پانے والے ہیں''۔ اسی سورہ میں اہلِ ایمان سے مخاطب ہو کر فرمایا گیا:﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿١٣٠﴾﴾ (آل عمران) ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یہ بڑھتا اور چڑھتا

سود کھانا چھوڑ دو اور اللہ سے ڈرو اُمید ہے کہ فلاح پاؤ گے''۔ اسی سورہ کے آخر میں فرمایا گیا: ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۟ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ (آل عمران) ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! صبر سے کام لو باطل پرستوں کے مقابلہ میں پامردی دکھاؤ، حق کی خدمت کے لیے کمربستہ رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو اُمید ہے کہ فلاح پاؤ گے۔'' سورۃ المائدۃ میں فرمایا: ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور اس کی جناب میں باریابی کا ذریعہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جدّوجُہد کرو شاید کہ تمہیں کامیابی نصیب ہو جائے''۔ اسی سورہ میں ایمان والوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، یہ شراب اور جوا اور یہ آستانے اور پانسے، یہ سب گندے شیطانی کام ہیں، ان سے پرہیز کرو اُمید ہے کہ تمہیں فلاح نصیب ہوگی''۔ سورۃ الانعام میں فلاح نہ پانے والوں کی علامت یوں بیان کی گئی ہے: ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰیٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ ''اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹا بہتان لگائے یا اللہ کی نشانیوں کو جھٹلائے! یقیناً ایسے ظالم کبھی فلاح نہیں پا سکتے۔''

## فلاح کے مندرجات

مندرجہ بالا قرآنی آیات کی رو سے فلاح کے مندرجات یہ ہیں:

☆ فلاح کا انحصار اس امر پر موقوف ہے کہ آدمی پرہیزگار ہو۔ وہ حقیقتیں جو اس سے پوشیدہ ہوں ان پر ایمان رکھتا ہو، ایمان لانے کے بعد عملی اطاعت پر آمادہ ہو، نماز قائم کرے، اللہ کی راہ میں خرچ کرنے میں تھڑدلی کا مظاہرہ نہ کرے، اللہ کی نازل کردہ کتابوں پر ایمان لائے، اور آخرت کے وقوع پر پورا یقین رکھے۔

☆ فلاح پانے کے لیے یہ لازمی اور ضروری ہے کہ وہ نیکی کی طرف بلانے والا ہو، بھلائی کا حکم دیتا ہو اور برائیوں سے روکتا ہو، گویا معروف کا حکم کرنے والا ہو اور منکرات سے روکتا ہو۔

☆ فوز و فلاح کے لیے لازم ہے کہ آدمی سود خوری سے بالکل مجتنب رہے، روپے پیسے کی حرص سے اپنے آپ کو محفوظ رکھے۔ حرص، طمع، بخل اور خودغرضی ایسے اخلاقِ رذیلہ سے اپنے دامن کو آلودہ نہ کرے۔



☆ فلاح ان لوگوں کا مقدر ہے جو صبر سے کام لیں، باطل پرستوں کے مقابلے میں پامردی دکھائیں، حق کی خدمت کے لیے چوکس رہیں اور ہر حال میں اللہ سے ڈرتے رہیں۔

☆ کامیابی و کامرانی ان لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جو ہر اس ذریعہ کے جویا اور طالب ہوں جس سے اللہ کا تقرب، اس کی خوشنودی اور رضا حاصل ہو۔ وہ تمام قوتیں جو اللہ کی راہ میں مزاحم ہوں اور صراطِ مستقیم سے ہٹانے پر کمربستہ ہوں ان کے خلاف تمام امکانی طاقتوں اور وسائل و ذرائع سے کشمکش اور جدوجہد جاری رکھنے والے ہی کامیابی سے سرفراز ہوتے ہیں۔ سورۃ المائدۃ کی آیت ۳۵ میں اہل ایمان کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ شیطانی لشکروں کے مقابلے میں ڈٹ جائیں، اپنے نفس اور اس کی سرکش خواہشات کو قابو میں رکھیں، طاغوتی نظام کی سرکوبی کے لیے کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں اور ان تمام تر رکاوٹوں کو پامال کرنے پر پورا زور لگائیں جو حق کی راہ کھوٹی کرتی ہیں۔

☆ فلاح ان کے نصیب میں ہے جو شیطانی کاموں سے بالکل باز رہتے ہیں۔ حرام اشیاء جن میں سے چار چیزوں کا ذکر سورۃ المائدۃ (آیت ۹۰) میں کیا گیا ہے، یعنی (۱) شراب، (۲) قمار بازی، (۳) وہ مقامات جو خدا کے سوا کسی دوسرے کی عبادت کرنے یا خدا کے سوا کسی اور کے نام پر قربانی اور نذر و نیاز چڑھانے کے لیے مخصوص کیے گئے، اور (۴) پانسے —— ان کے قریب اہلِ ایمان بالکل پھٹکنے نہیں پاتے، اسی میں ان کی کامیابی کا راز مضمر ہے۔

☆ وہ شخص ہرگز فلاح کا استحقاق نہیں رکھتا جو اللہ کے ساتھ دوسری ہستیوں کو اُس کی صفات میں شریک کرے، انہیں اختیارات کا حامل گردانے اور ان کے آگے عبدیت کا رویہ اختیار کرے۔

☆ کائنات میں پھیلی ہوئی سب نشانیاں ایک ہی حقیقت کو مبرہن کرتی ہیں کہ موجوداتِ عالم میں خدا صرف ایک ہے، باقی سب بندے ہیں۔ کسی مشاہدہ و تجربہ کے بغیر قیاس و گمان سے یا آباء و اَجداد کی تقلید سے دوسروں کو الوہیت کی صفات سے متصف کرنا بہت بڑا ظلم ہے اور ایسا ظالم کبھی فلاح نہیں پا سکتا۔

## فلاح پانے والوں کے اوصاف: قرآنی آیات کی روشنی میں

ذیل میں فلاح پانے والوں کی خصوصیات اور اوصافِ حمیدہ، جبکہ ان کے مقابلے میں ناکام و نامراد ہونے والوں کے اوصافِ مذمومہ کو قرآنی آیات کی روشنی میں بیان کیا جاتا ہے:

**الاعراف**: ۹۸: یہاں پر اس امر کی نشاندہی کی گئی ہے کہ کون لوگ فلاح پائیں گے اور کون خسارے میں رہیں گے:

﴿وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ نِ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۸ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ۝۹﴾

''اور وزن اُس روز عین حق ہوگا' جن کے پلڑے بھاری ہوں گے وہی فلاح پائیں گے۔ اور جن کے پلڑے ہلکے رہیں گے وہی اپنے آپ کو خسارے میں مبتلا کرنے والے ہوں گے' کیونکہ وہ ہماری آیات کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کرتے رہے تھے۔''

گویا آخرت کے روز میزانِ عدل میں حق کے سوا کوئی چیز وزنی نہ ہوگی۔ جس کے پاس جتنا حق ہوگا وہ باوزن ہوگا اور فیصلہ وزن کے اعتبار سے ہوگا۔ باطل کی پوری زندگی بظاہر کتنی ہی شاندار کیوں نہ ہو' اللہ کے ہاں ترازو میں بے وزن قرار پائے گی۔ آخرت میں انسان کی کامیابی کا تمام تر انحصار اس پر ہے کہ اس کارنامۂ زندگی کا مثبت پہلو اس کے منفی پہلو پر غالب ہو۔ حق کی پیروی ہی مثبت پہلو ہے اور اس سے انحراف منفی پہلو شمار ہوگا۔

**الاعراف**: ۱۵۷: سورۃ الاعراف میں دوسرے مقام پر فلاح پانے والوں کی خصوصیات کو یوں بیان فرمایا:

﴿اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۡ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۱۵۷﴾

''(پس آج یہ رحمت ان لوگوں کا حصہ ہے) جو اس پیغمبر' نبی اُمّی کی پیروی اختیار کریں جس کا ذکر انہیں اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا ملتا ہے۔ وہ انہیں نیکی کا حکم دیتا ہے' بدی سے روکتا ہے' ان کے لیے پاک چیزیں حلال اور ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے' اور ان پر سے وہ بوجھ اُتارتا ہے جو ان پر لدے ہوئے تھے اور وہ بندشیں کھولتا ہے جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے۔ پس جو لوگ اس پر ایمان لائیں اور اس کی حمایت اور نصرت کریں اور اس روشنی کی پیروی اختیار کریں جو اس کے ساتھ نازل کی گئی ہے تو وہی فلاح پانے والے ہیں۔''

اس آیۂ کریمہ میں بنی اسرائیل کو حضور نبی کریم ﷺ کی اتباع کی دعوت دی گئی ہے اور تقاضا کیا



گیا ہے کہ تم اس پیغمبر پر ایمان لاؤ تاکہ اللہ کی رحمت کے سزاوار بن سکو۔ نبی مکرم ﷺ کو اللہ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے مامور فرمایا ہے' اس کی نافرمانی سے پرہیز کرنے اور اقامتِ دین کی جدّوجہد میں حصہ دار بننے پر تم بھی رحمتِ الٰہی سے حصہ پا سکو گے۔ تمہاری قسمت اسی نبی اُمی ﷺ کے ساتھ وابستہ ہے' اور اس کی پیروی قبول کر کے ہی تم منزلِ مراد پا سکو گے۔ یہ پیغمبر تو تمہیں ان بندشوں سے آزاد کرتا ہے جو فقیہوں نے ناجائز طور پر تم پر عائد کر رکھی ہیں۔ جن جکڑ بندیوں میں انہوں نے تمہیں کس رکھا ہے اور جن بوجھوں تلے اپنے تورّع کے باعث تمہیں دبا رکھا ہے یہ پیغمبر تو تم سے وہ سارے بوجھ اُتار دیتا ہے۔ لہٰذا جو لوگ اس پر ایمان لائیں اور اس کی حمایت و نصرت کریں اور اس روشنی کی پیروی اختیار کریں جو اس کے ساتھ نازل کی گئی ہے تو فلاح انہی کے نصیب میں ہے۔

**التوبۃ**: ۸۸'۸۹: سورۃ التوبہ میں عظیم الشان کامیابی کا حقدار ان لوگوں کو قرار دیا گیا ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کریں' اپنے اموال بھی خرچ کریں اور جان کا نذرانہ پیش کرنے سے بھی دریغ نہ کریں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ جہاد کے مواقع پر جہاد میں شرکت نہ کرنے کے بہانے تراشیں اور عورتوں کی طرح گھر بیٹھنا پسند کریں۔ ایسے لوگوں کے دلوں پر اللہ ٹھپّہ لگا دیتا ہے۔ فلاح انہی لوگوں کے حصہ میں آتی ہے جو رسول اللہ ﷺ کی معیت میں ہوتے ہیں' فرمایا:

﴿لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۡ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۸۸ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۸۹﴾

''بخلاف اس کے رسولؐ نے اور ان لوگوں نے جو اُس کے ساتھ ایمان لائے تھے اپنے جان و مال کے ساتھ جہاد کیا۔ اور اب ساری بھلائیاں انہی کے لیے ہیں اور وہی فلاح پانے والے ہیں۔ اللہ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں' ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ ہے عظیم الشان کامیابی۔''

**یونس**: ۱۷: قرآن حکیم نے ان لوگوں کو ظالم اور مجرم قرار دیا ہے جو جھوٹی بات گھڑ کر اللہ کی طرف منسوب کریں۔ اس جرمِ عظیم کی وجہ سے فلاح ان کا مقدر نہیں' فرمایا: ﴿فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝۱۷﴾ (یونس) ''پھر اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوگا جو ایک جھوٹی بات گھڑ کر اللہ کی طرف منسوب کرے یا اللہ کی واقعی آیات کو جھوٹا قرار دے؟ یقیناً مجرم کبھی فلاح نہیں پا سکتے۔''

**النحل**:۱۱۶،۱۱۷: اللہ کے سوا تحلیل وتحریم کا حق کسی کو بھی نہیں' قانون ساز صرف اللہ ہے۔ خود مختارانہ تحلیل وتحریم کو اللہ پر جھوٹ وافترا کا مصداق قرار دیا گیا ہے۔ قرآن نے کہا کہ اللہ پر جھوٹ وافترا باندھنے والے کبھی کامیابی سے نہیں ہمکنار ہو سکتے۔ سورۃ النحل میں فرمایا:

﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ۝۱۱۶ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۖ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۱۱۷﴾

''اور یہ جو تمہاری زبانیں جھوٹے احکام لگایا کرتی ہیں کہ یہ چیز حلال ہے اور وہ حرام' تو اس طرح کے حکم لگا کر اللہ پر جھوٹ نہ باندھا کرو۔ جو لوگ اللہ پر جھوٹے افترا باندھتے ہیں وہ ہرگز فلاح نہیں پایا کرتے۔ دنیا کا عیش چند روزہ ہے' آخر کار ان کے لیے دردناک سزا ہے۔''

**الحج**:۷۷: بارگاہِ ربّ العزت میں جھکنے' عجز وانکسار اختیار کرنے اور بھلائی کے کام کرنے سے اس کے ہاں فلاح نصیب ہو سکتی ہے۔ شرط یہ ہے کہ بندے کو اپنی عبادت گزاری اور نیکوکاری پر گھمنڈ نہ ہو بلکہ وہ اس کے فضل وکرم کا امیدوار ہو اور اس کی رحمت سے توقعات وابستہ کیے رکھے۔ فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۷۷﴾ (الحج)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! رکوع اور سجدہ کرو' اپنے رب کی بندگی کرو اور نیک کام کرو شاید کہ تم کو فلاح نصیب ہو۔''

**المؤمنون**:۱تا۱۱: سورۃ المؤمنون کے آغاز میں اہلِ ایمان کو فلاح وکامرانی کی نوید سنائی گئی ہے' مگر یہ خوشخبری بعض صفات سے مشروط ہے' فرمایا:

﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝۲ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝۳ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۝۴ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝۵ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝۶ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝۷ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝۸ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝۹ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝۱۰ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۱۱﴾



''یقیناً فلاح پائی ہے ایمان والوں نے جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں' لغویات سے دور رہتے ہیں' زکوٰۃ کے طریقے پر عامل ہوتے ہیں' اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں' سوائے اپنی بیویوں کے اور ان عورتوں کے جو ان کی ملکِ یمین میں ہوں کہ ان پر (محفوظ نہ رکھنے میں) وہ قابل ملامت نہیں ہیں۔ البتہ جو اس کے علاوہ کچھ چاہیں وہی زیادتی کرنے والے ہیں۔ اپنی امانتوں اور عہد و پیمان کا پاس رکھتے ہیں اور اپنی نمازوں کی محافظت کرتے ہیں۔ یہی لوگ وارث ہیں' جو میراث میں فردوس پائیں گے' اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔''

''یقیناً فلاح پائی'' کی معنویت کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم مکہ کے اس ماحول کو بھی سامنے رکھیں جس میں سردارانِ مکہ کو خوشحالی کے تمام لوازم میسّر تھے اور ان کی تجارتیں بھی شاندار تھیں' جبکہ ان کے مقابلے میں دعوتِ اسلامی کے پیروکاروں کی حالت خستہ تھی' کھاتے پیتے گھرانے بھی قریشِ مکّہ کی مخالفت کی وجہ سے بدحالی کا شکار تھے۔ مکہ کے سردار ایمان لانے والوں کو بے وقوف سمجھتے تھے اور برملا کہتے تھے کہ اسلام قبول کر کے انہوں نے گھاٹے کا سودا کیا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ ان کا معیارِ فلاح وخسران غلط ہے' جس عارضی خوشحالی کو وہ اپنی کامیابی سمجھ رہے ہیں وہ کامیابی نہیں سراسر خسران ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ دراصل خسارے کا سودا تم نے کیا ہے اور اس کے برے نتائج تم ہی بھگتو گے۔ جن لوگوں کی یہ صفات ہوں جو یہاں بیان کی گئی ہیں وہ آخر کیسے ناکام ونامراد ہو سکتے ہیں؟ یہ صفات ہی ان کی قدر ومنزلت کی ضمانت فراہم کرتی ہیں' فضائل اخلاق ان کی شناخت ہوتی ہے' بے داغ دامن ان کی پہچان ہوتا ہے۔ جو لوگ بات کے کھرے' عہد و پیمان کے سچے' عفت وعصمت سے مطہر ہوں' انفاق فی سبیل اللہ ان کا خاصہ ہو' عبادت کی مشقت میں مصروف ہوتے ہوں' ہر لمحہ اللہ سے لو لگانے کے فکرمند ہوں' وہ یقیناً قرآن حکیم کے اس مژدۂ جاں فزا کے مستحق ہیں۔

**المؤمنون**:۱۱۷: سورۃ المؤمنون کے اواخر میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ کافر کبھی فلاح نہیں پا سکتے' اس لیے کہ وہ اُس کے سوا دوسروں کو معبود ٹھہراتے ہیں' انہیں پکارتے ہیں' حالانکہ ان کے پاس اس کی کوئی دلیل موجود نہیں ہوتی۔ یقیناً وہ اللہ کے محاسبے اور بازپُرس سے نہ بچ سکیں گے اور فلاح سے محروم رہیں گے۔ فرمایا گیا: ﴿وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ۝۱۱۷﴾ (المؤمنون) ''اور جو کوئی اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو پکارے جس کے لیے اس کے پاس کوئی دلیل نہیں تو اُس کا حساب اُس

کے رب کے پاس ہے‘ ایسے کافر کبھی فلاح نہیں پا سکتے۔‘‘

**النور:** ۵۱‘۵۲: اللہ و رسول کے احکامات کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا اور انہیں برضا و رغبت قبول کرنا مؤمن کی شان ہے۔ تنازعات میں حضور ﷺ کا جو فیصلہ ہوا سے من و عن تسلیم کرنے کا رویہ ہی اہل ایمان کا شیوہ ہے۔ دل میں کسی میل کا پیدا ہونا ایمان کے منافی ہے۔ وہ لوگ کہ حق جب ان کی موافقت میں ہو تو اطاعت کیش بن جائیں اور مخالفت میں ہو تو ان کے دلوں کو منافقت کا روگ لگ جائے‘ اور یہ خیال کہ اللہ اور اس کا رسول ان پر ظلم کرے گا‘ یہ ظالمانہ سوچ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ خود بڑے ظالم ہیں‘ ان کے طرزِ عمل پر اللہ کے ہاں مؤاخذہ ضرور ہوگا۔ سمع و طاعت کے بغیر ان کی خلاصی ممکن نہیں اور نہ وہ فلاح یاب ہوں گے۔ فلاح کا راز اللہ و رسول کی فرماں برداری میں مضمر ہے‘ فرمایا:

﴿اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۵۱ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ۝۵۲﴾ (النور)

’’ایمان لانے والوں کا کام تو یہ ہے کہ وہ جب اللہ و رسول کی طرف بلائے جائیں تاکہ رسول ان کے مقدمے کا فیصلہ کرے تو وہ کہیں کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی۔ ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ اور کامیاب وہی ہیں جو اللہ و رسول کی فرمانبرداری کریں اور اللہ سے ڈریں اور اس کی نافرمانی سے بچیں۔‘‘

**الروم:** ۳۸: اسلام اپنے ماننے والوں سے تقاضا کرتا ہے کہ وہ قرابت داروں‘ مسافروں اور مساکین کو ان کا حق ادا کریں۔ دوسروں کا حق ادا کرنے میں بھلائی ہے۔ انہیں اللہ قادر و قیوم کے ہاں اجرِ عظیم بھی حاصل ہوگا اور فلاح کا راز بھی اس طرزِ عمل میں پنہاں ہے۔ اللہ کی خوشنودی بھی یہ حقوق پہچاننے اور ادا کرنے میں ہے۔ فرمایا:

﴿فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۡ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۳۸﴾ (الروم)

’’پس (اے مؤمن) رشتہ دار کو اس کا حق دے اور مسکین و مسافر کو (اس کا حق)‘ یہ طریقہ بہتر ہے ان لوگوں کے لیے جو اللہ کی خوشنودی چاہتے ہوں‘ اور وہی فلاح پانے والے ہیں۔‘‘

## فلاح دُنیوی کامیابی تک محدود نہیں

فلاح کو طویل عمر یا دنیوی خوشحالی اور دنیوی فروغ سے تعبیر کرنا اور مَن مانے نتائج اخذ



کرنا درست طرزِ عمل نہیں۔ صاحبِ تفہیم القرآن سورۂ یونس کے حاشیہ ۲۳ میں رقم طراز ہیں:

’’فلاح کا لفظ بھی قرآن میں دنیوی فلاح کے محدود معنوں میں نہیں آیا ہے بلکہ اس سے مراد پائیدار کامیابی ہے جو کسی خسران پر منتج ہونے والی نہ ہو‘ قطع نظر اس کے کہ دنیوی زندگی کے ابتدائی مرحلہ میں اس کے اندر کامیابی کا کوئی پہلو ہو یا نہ ہو۔ ہوسکتا ہے کہ ایک داعیٔ ضلالت دنیا میں مزے سے جئے‘ خوب پھلے پھولے اور اس کی گمراہی کو بڑا فروغ نصیب ہو‘ مگر یہ قرآن کی اصطلاح میں فلاح نہیں عین خُسران ہے‘ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک داعیٔ حق دنیا میں سخت مصیبتوں سے دوچار ہو‘ شدتِ آلام سے نڈھال ہو کر یا ظالموں کی دست درازیوں کا شکار ہو کر دنیا سے جلدی رخصت ہو جائے اور کوئی اسے مان کر نہ دے‘ مگر یہ قرآن کی زبان میں خسران نہیں عین فلاح ہے۔‘‘ (یونس‘ حاشیہ ۲۳)

ہم نے اوپر کی سطور میں واضح کیا ہے کہ فلاح سے مراد دنیوی خوشحالی نہیں بلکہ حقیقی کامیابی ہے‘ خواہ اس کے ساتھ دنیوی خوشحالی میسر ہو یا نہ ہو۔ کفر و شرک کی نجاست کی آلودگی سے دامن کو بچانا‘ حلاوت ایمان سے آسودگی پانا‘ اَخلاقِ رذیلہ سے دستکش ہو کر فضائلِ اخلاق کی خوشبو سے اپنے آپ کو معطر کرنے اور برے اعمال کو ترک کر کے نیک اعمال اختیار کرنے سے فکر و عمل کی پاکیزگی میسّر آتی ہے اور وہی حقیقی فلاح ہے۔ مضمون کے آغاز میں ہم سورۃ الاعلیٰ اور سورۃ الشّمس کی آیات پڑھ چکے ہیں۔ سورۃ الشّمس میں فرمایا: ’’یقیناً فلاح پا گیا وہ جس نے نفس کا تزکیہ کر لیا‘ اور نامراد ہوا وہ جس نے اس کو (فسق و فجور سے) دبا دیا‘‘۔ تزکیہ کے معنی پاک کرنے‘ ابھارنے اور نشوونما دینے کے ہیں۔ یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ جو آدمی اپنے نفس کو فجور سے پاک کرے اور اس کو ابھار کر تقویٰ کی بلندی پر لے جائے اور اس کے اندر بھلائی کو نشوونما دے وہ فلاح پائے گا اور جو کوئی اپنے نفس کے اندر پائے جانے والے نیکی کے رجحانات کو ابھارنے اور نشوونما دینے کے بجائے انہیں دبا دے اور اسے بہکا کر برائی کے رجحانات کی طرف لے جائے تو وہ نامراد ہوگا۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ آتِ نَفْسِيْ تَقْوَاهَا وَزَكِّهَا اَنْتَ خَيْرٌ مَّنْ زَكَّاهَا‘ اَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا))

’’اے اللہ! میرے نفس کو اس کا تقویٰ عطا کر اور اس کو پاکیزہ کر‘ تو ہی وہ بہترین ہستی ہے جو اس کو پاکیزہ کرنے والی ہے‘ اور تو ہی اس کا سرپرست اور مولیٰ ہے۔‘‘

❁❁❁

# مقامِ عبدیت اور اس کے تقاضے

راحیل گوہر

انسانی معاشرہ میں نیک‘ صالح اور مہذب فرد وہ ہے جس کا کردار فکرِ سلیمہ کے لازمہ کے ساتھ اعلیٰ انسانی اقدار اور بلند معیارِ زندگی کے تقاضوں سے پوری طرح ہم آہنگ ہو۔ نیکی اور پارسائی خاص وصف اور پیمانۂ انسانیت ہے۔ تاہم نوعِ انسانی کی اس بھیڑ میں ہر نوعِ بشر میں یہ مدارج یکساں نہیں ہوتے‘ اس لیے نیکی اور پارسائی کا تناسب بھی ایک سا نہیں رہتا۔ چنانچہ فرد کی زندگی کا یہ پہلو کہ اس کی عقلِ فعال (the active spirit) یا متحرک فکر و خیال کس حد تک اس کے شعور و ادراک کو معقول (rational) بنا سکتی ہے اور کس درجے تک عقلِ منفعل (the passive s prit) ان معقولات (Rational Sciences) کو اپنے محسوسات کی سطح میں جذب کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے‘ یہ چیز ہی اس کی سیرت و کردار اور متوازن شخصیت کی عکاس ہے۔ علمِ معقولات کی مجموعی مقدار ہمیشہ ایک معیار پر قائم رہتی ہے‘ لیکن افراد میں ان کے جذب و آہنگ کے وصف کے اعتبار سے ترفع اور تنزل واقع ہوتا رہتا ہے۔ انسانی فکر و نظر کے تغیّر و تبدّل میں بہت حد تک زمانی عنصر کا بھی اہم کردار ہے‘ اس لیے عقلِ منفعل کا جتنا حصہ بھی اس کے فہم و شعور میں اترتا ہے اس میں ٹھہراؤ اور جمود نہیں رہتا۔ ع ’’ثبات اک تغیّر کو ہے زمانے میں!‘‘

ابن مسکویہ کہتا ہے:

> ’’انسان کا نفس ایک بسیط‘ غیر مجسّم جوہر ہے اور اپنے اندر وجود‘ علم اور فعل کا شعور رکھتا ہے۔ اس کی ماہیت کا معقول ہونا اسی سے ثابت ہوتا ہے کہ اس میں ایک ہی وقت میں متضاد صورتیں داخل ہو سکتی ہیں‘ مثلاً سفید و سیاہ دونوں تصورات۔ روح کا علم اور فعل جسم سے کہیں زیادہ وسیع ہے‘ بلکہ ایک جسم کیا تمام عالمِ محسوسات اس کے لیے کافی نہیں ہیں۔ وہ ایک ذہنی معقول علم رکھتا ہے جو اس نے حواس سے حاصل کیا ہے کیونکہ اس علم کی مدد سے وہ ان حسیات کو جو اسے حواس سے حاصل ہوئے ہیں اختیار کر کے حق و باطل میں فرق کرتی ہے اور اس طرح وہ حواس کی نگرانی اور مدد کرتی ہے۔‘‘ (تاریخ فلسفۂ اسلام از ٹ‘ ج دوبوئر)



وجودِ باری تعالیٰ کا اثبات‘ حقیقت انسان اور وقوع بعث بعد الموت‘ انسانی زندگی کی وہ ناقابل تردید حقیقتیں ہیں جن کا نہ انکار ممکن ہے اور نہ ان سے فرار۔ اس ٹھوس حقیقت کو شعوری احساس کے ساتھ عقل کی گہرائیوں میں اتارے بغیر اپنے فانی وجود کے تکوین جوہر (genesis substance) اور اپنے مقام بندگی کا ادراک ممکن ہی نہیں۔ وجودِ باری تعالیٰ کے تیقّن اور اثبات کے لیے خدا کی ذات اور اس کی کنہ (substance nature) کو غور و فکر اور تجسّس و تحقّق کا مرکز و محور بنانے کے بجائے صفاتِ باری تعالیٰ اور تجلیاتِ حق پر اپنی نگاہوں کو مرتکز کرنا معرفتِ الٰہی کی طرف صحیح سمت کا تعین ہے۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ کی صفاتِ عالیہ کی جلوہ آرائیاں اس کائناتِ رنگ و بو میں جا بجا بکھری ہوئی ہیں۔ چاند کی خنکی‘ آفتاب کی حرارت‘ بلبل کی چہچہاہٹ‘ پھولوں کی مہک‘ کندن کی دمک‘ قوس و قزح کے رنگ‘ لہروں کے گیت‘ جھرنوں کا ترنّم‘ ٹھاٹھیں مارتے سمندر‘ دریاؤں کی روانی‘ مشامِ جاں کو تازہ کرنے والے ہواؤں کے جھونکے‘ سردی گرمی‘ خزاں بہار‘ فلک بوس پہاڑ‘ حدِ نگاہ تک پھیلی اونچی نیچی‘ کہیں نرم کہیں پتھریلی زمین..... کائنات کے یہ اَن گنت حسین رنگ معرفتِ ربانی کے استعارے ہیں۔ لیکن ان کی فطری رعنائیوں کے شعور کے لیے بصارت کے ساتھ بصیرت کے جوہر خالص کی ضرورت ہے۔ قوتِ ایمانی کے ترفع اور اعترافِ بندگی کے لیے یہ مصورِ کائنات کے نیرّ و تاباں نقوش ہیں جو عبدیت کے تقاضوں کو جلا بخشتے ہیں اور لوحِ بندگی کے دھندلاتے ہوئے آئینے کو صیقل کرتے ہیں۔ اور یہی عقل و خرد رکھنے والوں کے لیے غور و تدبر کا اصل مقام ہے۔ سورۃ البقرۃ میں خالق ارض و سماء کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۪ وَّتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ﴿۱۶۴﴾﴾

’’بیشک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات اور دن کے ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے میں اور کشتیوں (اور جہازوں) میں جو دریا (اور سمندر) میں لوگوں کے فائدے کے لیے رواں ہیں‘ اور مینہ میں جس کو اللہ تعالیٰ آسمان سے برساتا اور اس سے زمین کو اس کے مر جانے کے بعد زندہ (یعنی خشک ہونے کے بعد سرسبز) کر دیتا ہے‘ اور زمین پر ہر قسم کے جانور پھیلانے میں اور ہواؤں کے چلانے میں اور بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان گھرے رہتے ہیں عقل مندوں کے لیے (اللہ کی

قدرت کی) نشانیاں ہیں۔‘‘

اللہ وحدہٗ لاشریک پر کامل ایمان اور اس کی قدرت کی صنّاعی کے کثیر الجہت پہلوؤں پر غور و تدبّر کرنے سے عقل اور بصیرت رکھنے والوں کے لیے ذہنی نشو و نما اور قوتِ ایمان کی آبیاری کے لیے راہیں ہموار ہوتی ہیں اور ان کے ذہنی افق پر فرائض عبدیت کے صحیح خدوخال اُبھرتے ہیں۔ ذاتِ خداوندی اور بعث بعد الموت کا تعلق مادی دنیا سے نہیں بلکہ یہ مابعد الطبیعیات (Metaphysics) کا دائرہ کار ہے‘ جو انسان کی عقل و فہم سے ماوراء اور بالاتر ہے۔ عقل و فہم اور تحقیق و مشاہدات کی بنیاد پر حاصل کیا ہوا علم اپنی ذات اور ہیئت میں مادی الاصل ہے‘ جبکہ کلامِ الٰہی کی آیاتِ متشابہات کا تعلق لاینحل اور ماورائی علوم سے ہے۔ اسی لیے ان مخفی اور ناقابلِ فہم حقیقتوں کی کھوج کرید میں پڑنے کو انسانی دل کی کج روی اور فتنہ پروری کا نام دیا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ ۚ وَ مَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ؔۘ وَ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَ مَا یَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝۷ ﴾ (آل عمران)

’’وہی تو ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی جس کی بعض آیات محکم ہیں (اور) وہی اصل کتاب ہیں اور بعض آیات متشابہ ہیں۔ تو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ متشابہات کا اتباع کرتے ہیں تاکہ فتنہ برپا کریں اور ان کی اصل مراد (مطلب) کا پتا لگائیں‘ حالانکہ ان کی مرادِ اصلی اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور جو لوگ علم میں کامل دسترس رکھتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم ان پر ایمان لائے‘ یہ سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہیں۔ اور نصیحت تو عقل مند ہی قبول کرتے ہیں۔‘‘

راسخ العلم انسان کے غور و تدبر کا دوسرا دائرہ اپنی ذات (انفس) کا ہے۔ انسان اپنی ذات میں ایک عالمِ اصغر ہے۔ اگر وہ کچھ دیر کے لیے اس عالمِ ہست و بود کے مشاہدے سے آنکھیں بند کر کے اپنی ذات کی گہرائیوں میں جھانک کر دیکھے تو اسے اپنے وجود کی پنہائیوں میں ایک محیّر العقول نظام پھیلا ہوا نظر آئے گا‘ جو کسی خارجی رابطے (external existence) کے بغیر جسم و جاں کا رشتہ جوڑے ہوئے ہے۔ سینے میں دھڑکتا ہوا دل‘ سانسوں کی آمد و رفت‘ بصارت‘ سماعت‘ نطق و گویائی کی قوت‘ لذت آشنا زبان اور عالمِ انسانیت کے لیے مختلف النوع



ایجاد و اختراع کرنے والا ذہن۔ اپنی ذات کا یہ مشاہدہ اُس عزیز و حکیم اللہ کی قدرتِ کاملہ پر ایمانِ قلب و ذہن کے بام و در کھول دیتا ہے۔ سورۃ حٰمٓ السجدۃ میں فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰی کا ارشاد ہے:

﴿ سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَ فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ؕ اَوَ لَمْ یَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ۝۵۳ ﴾

’’ہم عنقریب ان کو اطراف (عالم) میں بھی اور خود ان کی ذات میں بھی اپنی نشانیاں دکھائیں گے‘ یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ یہ (قرآن) حق ہے۔ کیا تم کو یہ کافی نہیں کہ تمہارا پروردگار ہر چیز سے خبردار ہے!‘‘

کہا جاتا ہے کہ جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ اپنی ذات‘ اپنے وجودِ خاکی اور اپنے مقامِ بندگی کی پہچان ہی بندے کو رب سے قریب کرنے کا واحد ذریعہ ہے۔ خالق و مخلوق کا باہمی ربط ایسا ہی ہے جیسا شعاع کا تعلق سورج سے کہ وہ لاکھوں میل کا فاصلہ طے کر کے زمین کی سطح پر پہنچتی ہے مگر سورج سے اس کا ربط و تعلق منقطع نہیں ہوتا۔ وہ اپنے مرکز سے جڑی رہتی ہے۔ کچھ یہی حال انسان اور ربِّ کائنات کا ہے۔ اللہ وحدہ لاشریک کے ہر حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دینا ہی عبدیت کی معراج ہے۔ قرآن کی آیات واضح کرتی ہیں کہ جب بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو اپنے کسی خاص انعام سے نوازا ہے یا کارِ رسالت کے لیے ہدایات دی ہیں تو آپ ﷺ کو عبد کی حیثیت سے ہی پکارا ہے‘ کیونکہ عبدیت ہی میں انسان کی اصل شان اور خالق کی رحمت و رأفت اور شفقت و پیار کا اظہار ہے۔ عبدیت کی شانِ استغنائی یہ ہے کہ بندے کی زندگی اللہ کی صفاتِ عالیہ کا مرقع ہو۔ بندے کے قلوب و اَذہان میں حق کی پہچان اس طرح رچ بس جائے کہ دل کی ہر دھڑکن یہ پکارے کہ لَا معبودَ الّا اللّٰہ‘ لا مقصودَ الا اللّٰہ‘ لا مَطلوبَ الّا اللّٰہ ۔ اس کا دل اللہ کی اتھاہ محبت‘ خشیت الٰہی‘ احساس مسئولیت اور بیم و رجاء کی کیفیت سے سرشار ہو۔ زہد و ورع اس کا باطنی لباس ہو‘ تقویٰ کے نور سے اس کا وجودِ خاکی منور و تابناک ہو۔

اللہ تعالیٰ کی ذات پر غیر منطقی یا سرسری ایمان جو انسان کسی خیال‘ فکر‘ نظریہ یا جذباتی کیفیت کے غلبہ کے تحت لایا ہو‘ وقتی اور ناپائیدار ثابت ہوتا ہے‘ اور اللہ کی طرف سے آئی ہوئی آزمائش اور کسی کڑے امتحان کے وقت برسات کے پانی میں بنتے بلبلے کی مانند بیٹھ جاتا ہے۔ اسی لیے تو سورۃ النساء (آیت ۱۳۶) میں تاکیداً ارشاد ہوا ہے:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوْلِهٖ.....﴾

''اے ایمان والو! ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اللہ نے نازل کی اپنے رسولؐ پر.....''

اس آیت مبارکہ میں ایمان والوں کو ایمان لانے کی تاکید کا اسلوب یہ واضح کر رہا ہے کہ مؤمنوں سے بھی وہ ایمان مطلوب ہے جو ان کے قلب کی گہرائیوں میں جاگزیں ہو۔ سطحی ایمان دین کے تقاضوں کی تکمیل میں ضعف پیدا کرتا ہے اور انسان تذبذب اور اشکالات کی الجھنوں میں ہی پھنسا رہتا ہے' اور اس کا یہی عمل اسے قربِ الٰہی سے دور رکھتا ہے۔ اس ناقص ایمان کا نقشہ سورۃ الحجرات میں کھینچا گیا ہے:

﴿قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاِنْ تُطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا یَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَیْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿۱۵﴾﴾

''یہ دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے۔ (اے نبی ﷺ!) کہہ دو کہ تم ایمان نہیں لائے' بلکہ یوں کہو کہ ہم اسلام لائے ہیں اور ایمان تو ابھی تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرو گے تو اللہ تمہارے اعمال میں سے کچھ کم نہیں کرے گا' بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ مؤمن تو بس وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر شک میں نہ پڑے اور انہوں نے اللہ کی راہ میں جان اور مال سے جہاد کیا۔ یہی لوگ (ایمان کے) سچے ہیں۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ سے سوال کیا گیا ''کون سا عمل افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لانا!'' پوچھا گیا: پھر کون سا؟ فرمایا: ''اللہ کی راہ میں جہاد کرنا!'' پوچھا گیا: اس کے بعد؟ فرمایا: ''وہ حج جس میں جنایت نہ کی جائے۔''

حدیث مذکور میں سب سے افضل سوال عمل کے بارے میں کیا گیا' جواب میں آپ ﷺ نے ایمان کو ہی افضل عمل فرمایا۔ اس سے یہ واضح ہو گیا کہ ایمان محض جان لینے اور اس کا فہم حاصل کر لینے کا نہیں بلکہ عمل کا نام ہے' اور انسان کے شعوری طور پر انقیاد و تیقّن کا اظہار ہے۔



بحیثیت ایک مسلمان دین کے تقاضوں پر کشادہ دلی سے عمل اسی یقین راسخ کی دلیل ہے' اور اس سے اصل مطلوب انسان کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا مطیع و فرماں بردار بنانا ہے۔ ایمان کا زبانی اقرار اور دل کی اتھاہ گہرائیوں سے تصدیق' ایمان کی اصل اور فروع دونوں کے تقاضوں کی تکمیل ہے۔ ایمان میں فروع انسانی معاملات میں دیانتدارانہ اور مخلصانہ عمل کا ہی نام ہے۔ رسول کریم ﷺ اور آپ کے جاں نثاروں کا طرزِ عمل بھی یہی تھا کہ ان کے نزدیک علم اور عمل لازم و ملزوم تھے۔

اس دنیا میں دو قسم کے انسان پائے جاتے ہیں' ایک وہ ہیں جنہیں سن شعور کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھتے ہی اپنی عاقبت کو بنانے' سنوارنے اور اس دوسرے عالم کی فلاح و کامرانی کے حصول کی فکر لاحق ہو جاتی ہے اور ان کی یہ حالت زندگی کی آخری سانس تک برقرار رہتی ہے۔ یہی خدا پرست اور حق شناس لوگ ہیں۔ سورۃ البقرۃ کی ابتدائی آیات میں ان کی یہ خصوصیت بیان کی گئی ہے کہ ''یہ وہ لوگ ہیں جو آخرت پر (صرف ایمان ہی نہیں بلکہ) پختہ یقین رکھتے ہیں''۔ اور ان کا یہ یقین کامل انبیاء و رسل کی صداقت و امانت اور ان کی فہم و فراست کے حوالے سے بیان کی ہوئی عالم بالا کی مخفی حقیقتوں کے ادراک و شعور پر مبنی ہوتا ہے۔ ہمیشہ انہیں یہ فکر دامن گیر رہتی ہیں کہ ایسا نہ ہو کہ اس دوسرے جہان کی نعمتوں اور وہاں کے بیش بہا انعام و اکرام سے ان کا دامن خالی رہ جائے۔ یہ دنیا بری یا بھلی جیسی بھی گزرتی ہے گزر جائے لیکن آخرت کے خسران سے خود کو بچایا جائے۔ ڈاکٹر رفیع الدین مرحوم' قرآن اور علم جدید' میں لکھتے ہیں کہ ''انسان کی فطرت اس طرح سے بنائی گئی ہے کہ وہ خدا کی عبادت کے سوا اور کچھ دیکھ ہی نہیں سکتا۔ یہ ضروری ہے کہ اس کی ساری زندگی یعنی اس کی زندگی یا ہر فعل خدا کی عبادت کے جذبہ سے نمودار ہو' اور اس کی عبادت پر مشتمل ہو۔ قرآن کا یہ دعویٰ نہایت انقلاب انگیز ہے اور فطرتِ انسانی کے تمام قدیم و جدید فلسفیانہ نظریات کے لیے دعوتِ مبارزت ہے۔ بفحوائے قرآنی:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾﴾ (الذّٰریٰت)

''میں نے جنوں اور انسانوں کو اس کے سوا کسی کام کے لیے پیدا نہیں کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔''

اس آیت مبارکہ میں 'مـا' اور 'اِلَّا' کے الفاظ سے قرآن کا یہ دعویٰ صاف ظاہر ہو رہا ہے۔

عبادت کی اہمیت کے پیش نظر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی زبان سے بھی یہ الفاظ سورۃ الانعام میں ادا فرما دیے کہ:

﴿ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶۲﴾ ﴾

''کہہ دیجیے کہ بے شک میری نماز' میری قربانی' میری زندگی اور میری موت سب اللہ کے لیے ہے جو سارے عالم کا پالن ہار ہے۔''

مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ 'تفہیم القرآن' میں لفظ 'عبادت' کی تشریح میں لکھتے ہیں:

''عبادت کا لفظ اس آیت میں محض نماز روزے اور اسی نوعیت کی دوسری عبادات کے معنی میں استعمال نہیں کیا گیا ہے کہ کوئی شخص اس کا مطلب ہی یہ لے لے کہ جن اور انسان صرف نماز پڑھنے اور روزے رکھنے اور تسبیح وتہلیل کرنے کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔ یہ مفہوم بھی اگرچہ اس میں شامل ہے' مگر یہ اس کا پورا مفہوم نہیں ہے۔ اس کا پورا مفہوم یہ ہے کہ جن اور انسان اللہ کے سوا کسی اور کی پرستش' اطاعت' فرماں برداری اور نیاز مندی کے لیے پیدا نہیں کیے گئے ہیں۔ ان کا کام کسی اور کے سامنے جھکنا' کسی اور کے احکام بجالانا' کسی اور سے تقویٰ کرنا' کسی اور کے بنائے ہوئے دین کی پیروی کرنا' کسی اور کو اپنی قسمتوں کا بنانے اور بگاڑنے والا سمجھنا اور کسی دوسری ہستی کے آگے دعا کے لیے ہاتھ پھیلانا نہیں ہے۔''

انسان کے پاس کسی چیز کو جاننے اور اس کا فہم حاصل کرنے کے لیے حواسِ خمسہ ہی اصل ذریعہ ہیں۔ لیکن یہ حواس یا انسان کا کسبی علم اللہ عزوجل کی معرفت کے لیے کافی نہیں' اس کے لیے خالق جن وبشر کی ہدایتِ کاملہ لازمی ہے' کیونکہ مجرد علم اور چیز ہے اور اللہ کی ہدایت کچھ اور شئے۔ علم کے ساتھ ہدایتِ ربّ شامل نہ ہو تو یہ گھور اندھیرے میں کسی باریک سوئی کو تلاش کرنے کے مترادف ہے۔ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''عرفتُ اللّٰہَ بِا للّٰہِ'' (یعنی ہم نے اللہ عزوجل کو اُسی کی عنایت سے پہچانا)۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے خود اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا:

﴿ وَ لٰکِنَّ اللّٰہَ حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ وَزَیَّنَہٗ فِیْ قُلُوْبِکُمْ ﴾ (الحجرات:۷)

''اور اللہ نے ایمان کو تمہارے لیے محبوب بنا دیا اور اسے تمہارے دلوں میں مزیّن کر دیا۔''

اب اس سے یہ ثابت ہوا کہ جب تک کسی چیز کی صحیح معرفت ہی حاصل نہ ہو تو اس کو ماننا اور اس



کے اصل مقام کا صحیح ادراک بھی ممکن نہیں ہے۔ اس کے لیے ہدایت کی روشنی درکار ہے اور یہ نورِ ہدایت تقربِ الٰہی کے بغیر ممکن نہیں۔ سچی طلب اور مخلصانہ سعی وجُہد اس راہ کے سنگ میل ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے: ﴿یَھْدِیْ اِلَیْہِ مَنْ اَنَابَ ﴿۲۷﴾﴾ (الرعد) ''اللہ اسی کو ہدایت دیتا ہے جو اس کی طرف رجوع ہو''۔

عبدیت کا تقاضے پورے کرنا انسان کے نفس پر بہت بھاری ہوتا ہے' اس لیے کہ مرغوباتِ نفس اور علائق دنیوی اللہ کی راہ میں حائل رہتے ہیں۔ فجور وتقویٰ کی جنگ دل کے نہاں خانے میں جاری رہتی ہیں' انسان کا ضعفِ ایمان اور ارادے کی کمزوری اس کی روح کو مضمحل کر دیتی ہے اور 'اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ' کا عہد نسیان کی بھول بھلیوں میں کھو جاتا ہے۔ قلب و ذہن کے شفاف آئینے پر فسق فجور کی گرد جمنے لگے تو اپنے وجود میں پنہاں عالم اصغر بھی دھندلانے لگتا ہے۔ تقویٰ کے آبِ زلال سے روح سیراب ہوتی ہے' اس کو بالیدگی ملتی اور اس کی نشوونما ہوتی ہے۔ روح کی بیداری کے لیے قرآن حکیم کی آیات پر گہرا غور وفکر اور اس میں غوطہ زنی معبود حقیقی تک پہنچنے کے در کھول دیتے ہیں۔ آیاتِ کلام اللہ کی تجلیات ہر نوع کے فسق وفجور پر رعد وبرق کی مانند گرتی ہیں اور قلب وذہن اور فکر وعمل پر چھائی ہوئے زیغ وضلال کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہیں۔

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ ﴾ (البقرۃ:۱۶۵) ''اور وہ لوگ جو ایمان والے ہیں وہ اللہ سے شدید محبت کرتے ہیں۔'' بندے کی اپنے اللہ سے یہ شدید محبت اس کے فکر وعمل میں عبودیت کی حرارت پیدا کرتی ہے اور یہ حرارت ہی انسان میں ایمانِ کامل جگانے کا واحد ذریعہ ہے۔ اللہ کی بے ریا عبادت جس کا دائرہ معیشت' معاشرت' سیاست' باہمی عہد وپیمان' قول وعمل کی مطابقت' حقوق اللہ اور حقوق العباد کا لحاظ' حفظِ مراتب کا احساس اور محاسبہ عمل کے شعوری ادراک کی حدوں تک وسیع ہو' اور اس کے ساتھ بے لوث ریاضت اور فنا فی اللہ کے مجاہدے کے عرق کی آمیزش بھی ہو تو بندہ عبدیت کے اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں ربِ ذوالجلال فرماتا ہے:

''جب میں اپنے اس بندے سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کی سماعت بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے' اور میں اس کی بصارت بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے' اور میں اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے' اور میں اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔'' (صحیح البخاری' کتاب الرقاق' باب التواضع) (باقی صفحہ 96 پر)

# صلہ رحمی - اسلامی اخلاق کا طُرّۂ امتیاز

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

صلہ رحمی سے مراد ہے: رحمی رشتہ داروں کے ساتھ میل ملاپ رکھنا' اچھے تعلقات قائم کرنا' پیار و محبت کے ساتھ رہنا اور ان کے لیے ہمدردی کے جذبات رکھنا۔ اسی طرح کسی بھی صورت میں ان کے ساتھ رنجش' عداوت اور دشمنی نہ رکھنا اور ضرورت کے وقت ان کی مدد کرنا بھی صلہ رحمی میں شامل ہے۔ اسلام بنی نوع انسان کو نہ صرف صلہ رحمی کی تعلیم دیتا ہے' بلکہ اس کی تاکید بھی کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃ)) (مسلم' عن ابی رقیہ تمیم بن اوس رضی اللہ عنہ) ''دین خیر خواہی کا نام ہے''۔ یعنی دوسروں کی بھلائی چاہنا دین اسلام کا اہم تقاضا ہے۔ اگرچہ حسن سلوک تو سب کے ساتھ ہونا چاہیے مگر اس کے اولین مستحق وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے آپ کا رشتہ دار بنایا ہے—— رشتہ داری اور دوستی میں بڑا فرق ہے۔ رشتہ دار تو وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا رشتہ آپ کے ساتھ جوڑا ہے' جبکہ دوستی کا تعلق ہم خود کسی کے ساتھ استوار کرتے ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے تعلق کی اہمیت زیادہ ہے۔ چنانچہ قرآن اور حدیث میں رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کی بار بار تاکید کی گئی ہے۔ رشتہ داروں میں سب سے قریب ترین رشتہ دار ماں باپ ہوتے ہیں جو انسان کے وجود کا سبب ہوتے ہیں اور اپنی اولاد کو پال پوس کر جوان کرتے ہیں۔ پھر ان کی ضروریات پوری کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے۔ خود تکلیف برداشت کر لیتے ہیں مگر اولاد کو مشقت میں نہیں ڈالتے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے جہاں سب سے پہلے اپنی عبادت کا حکم دیا وہاں ساتھ ہی ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کی بھی تاکید فرمائی۔ سورۃ النساء میں ارشاد ہے:

﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا﴾ (آیت ۳۶)

''اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور اپنے ماں باپ کے ساتھ احسان کرو۔''



سورۂ بنی اسرائیل میں فرمایا:

﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ﴾ (آیت ۲۳)

''اور تمہارے ربّ نے حکم دیا ہے کہ نہ عبادت کرو مگر اُسی (اللہ) کی اور اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔''

سورۃ الانعام میں ہے:

﴿قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـــًٔا ۡ وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ﴾ (آیت ۱۵۱)

''(اے نبی ﷺ!) آپ کہہ دیجیے آؤ میں تمہیں بتاؤں جو کچھ تمہارے پروردگار نے تمہارے اوپر حرام کیا ہے' وہ یہ کہ تم اُس (اللہ) کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرو۔''

اس کے علاوہ قرآن مجید میں دوسری آیات میں بھی والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور ان کے ساتھ گستاخی سے پیش آنے کو منع کیا گیا ہے۔ لہٰذا ہمہ وقت ان کے ساتھ بول چال میں بھی ادب کو ملحوظ رکھا جائے اور ان کو کوئی ایسا جملہ نہ کہا جائے جو ان کو بُرا لگے۔ سورۂ بنی اسرائیل میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝۲۳﴾

''پس ان دونوں (ماں باپ) کو اُف تک نہ کہو اور نہ ان کو جھڑکو بلکہ ان کے ساتھ خوشگوار لہجے میں بات کرو۔''

رسول اللہ ﷺ نے بھی والدین کے ساتھ اچھے سلوک کی تاکید کی ہے۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ آپ ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

((اَلْوَالِدُ اَوْسَطُ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ فَاِنْ شِئْتَ فَاَضِعْ ذٰلِكَ الْبَابَ اَوِ احْفَظْهُ))

(سنن الترمذی)

''باپ جنت کے دروازوں میں سے بہترین دروازہ ہے۔ چنانچہ تمہیں اختیار ہے خواہ اس دروازہ کو ضائع کر دو یا اس دروازہ کی حفاظت کرو۔''

یعنی باپ کی فرمانبرداری کر کے' اسے راحت پہنچا کر اور اسے خوش کر کے جنت کا دروازہ اپنے لیے وا کر لو یا اس کی نافرمانی کر کے اور دل دکھا کر اس دروازے کو بند کر لو۔ اسی بات کو رسول اللہ ﷺ نے ایک اور موقع پر یوں بیان فرمایا:

((رِضَى الرَّبِّ فِي رِضَى الْوَالِدِ وَسَخَطُ الرَّبِّ فِيْ سَخَطِ الْوَالِدِ)) (سنن الترمذی، عن عبداللّٰہ بن عمرو رضی اللّٰہ عنہما)

''ربّ کی رضا باپ کی رضامندی میں ہے اور رب کا غصہ باپ کے غصے میں ہے۔''

چونکہ والدہ اولاد کی خاطر نسبتاً زیادہ تکلیف اور مشقت برداشت کرتی ہے اس لیے وہ باپ سے بھی زیادہ حسن سلوک کی مستحق ہے۔ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کیا کہ میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تمہاری ماں''۔ اس نے پوچھا پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمہاری ماں''۔ اس نے پوچھا پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمہاری ماں''۔ اس نے پوچھا پھر کون؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: 'پھر تمہارا باپ۔'' (صحیح البخاری، عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

والدین کی خدمت اور اطاعت کئی طرح سے اولاد کے لیے بھلائی کا باعث ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ عزیزوں اور رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی رزق میں اضافے اور درازیٔ عمر کا باعث ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص کو یہ پسند ہو کہ اس کی عمر دراز کی جائے اور اس کے رزق کو بڑھا دیا جائے اس کو چاہیے کہ اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور رشتہ داروں کے ساتھ بھلائی کرے''۔ (مسند احمد، عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ) اسی طرح ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کیا اس کے لیے خوشخبری ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی عمر میں اضافہ فرمائیں گے۔'' (مستدرک حاکم، عن معاذ رضی اللہ عنہ)

ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک اولاد کا فرض ہے۔ یہ اچھے اخلاق کا اولین تقاضا ہے، جس کے لیے قرآن مجید میں واضح احکام موجود ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے فرمودات بھی بکثرت ملتے ہیں۔ والدین کی خدمت و اطاعت سے نیک اولاد کو سکون میسر آتا ہے اور اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے اور اس پر آخرت کے ثواب اور جنت کی نوید ہے۔ اس کے برعکس اس اولاد کی بدبختی کا کیا ٹھکانہ ہے جسے والدین کی قدر و قیمت کا اندازہ نہیں اور وہ اپنے رویے سے انہیں ناراض کرتی ہے، ان کے ساتھ گفتگو میں نرمی اختیار نہیں کرتی، اُن کا کہنا نہیں مانتی بلکہ انہیں پریشان اور تنگ کرتی ہے۔ چونکہ ایسی اولاد اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کی خلاف ورزی کرتی ہے اس لیے وہ کسی بشارت کی حق دار نہیں بلکہ اس کو انجامِ بد سے خبردار کیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ آدمی ذلیل و خوار ہو، پھر ذلیل و خوار ہو، پھر ذلیل و خوار ہو''۔ عرض کیا گیا یا رسول



اللہ کون؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''وہ شخص جو اپنے ماں باپ میں سے کسی ایک کو یا دونوں کو بڑھاپے کی حالت میں پائے پھر (ان کی خدمت سے ان کا دل خوش کر کے) جنت میں داخل نہ ہو۔'' (صحیح مسلم، عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ) اسی طرح ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے اپنے والدین یا ان میں سے ایک کو پایا پھر ان کے ساتھ بدسلوکی کی تو وہ شخص دوزخ میں داخل ہوگا''۔ (مسند احمد عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ) گویا والدین کے ساتھ بدتمیزی سے پیش آنا، ان کو دکھ دینا، تنگ کرنا، ان کے لیے تکلیف اور اذیت کا باعث بننا، گفتگو یا عمل کے ساتھ ان کو ناراض کرنا ایسا گناہ ہے جو انسان کو آگ کے عذاب کا مستحق بنا دے گا۔

والدین زندہ ہوں تو ان کے ساتھ حسن سلوک نہ صرف اخلاقی خوبی ہے بلکہ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کا حکم بھی ہے۔ اگر والدین میں سے ایک یا دونوں وفات پا جائیں تو بھی حکم ہے کہ ان کے ساتھ حسن سلوک روا رکھا جائے اور ان کے لیے بخشش کی دعا کی جائے۔ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! کیا میرے لیے اپنے والدین کے انتقال کے بعد ان دونوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی کوئی صورت باقی ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''ہاں! ان کے لیے دعائیں کرنا، اللہ سے ان کے لیے مغفرت طلب کرنا، ان کے بعد ان کی وصیت کو پورا کرنا، جن لوگوں سے ان کی وجہ سے رشتہ داری ہے ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا اور ان کے دوستوں کا اکرام کرنا (والدین کے ساتھ حسن سلوک کے مترادف ہے)۔'' (سنن ابی داؤد، عن ابی اسید مالک بن ربیعہ ساعدی رضی اللہ عنہ)

باپ کے رشتہ داروں کے ساتھ اچھے تعلقات قائم رکھنے کا حکم ہے تو اس ضمن میں اچھی اولاد سے یہ بھی توقع ہے کہ وہ باپ کے دوستوں کے ساتھ بھی اچھے تعلقات رکھے، ان کا احترام کرے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ پیش آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ بیٹا (باپ کے انتقال کے بعد) باپ سے تعلق رکھنے والوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے''۔ (صحیح مسلم، عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما)

ماں باپ کی زندگی میں اور ان کی وفات کے بعد صلہ رحمی کے اولین مستحق ان کے بہن بھائی اور قریبی رشتہ دار ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اپنے والد کی وفات کے بعد ان کے ساتھ صلہ رحمی کرنا چاہے جبکہ وہ قبر میں ہیں تو اس کو چاہیے کہ اپنے باپ کے بھائیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے''۔ (صحیح ابن حبان، عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ) حسن سلوک یہ ہے کہ ان کا ادب و

احترام کرے‘ ان کی خوشی میں شریک ہو‘ رنج و پریشانی میں ان سے ہمدردی اور مدد کرے۔

رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کا حکم ہے‘ مگر بعض رشتہ داروں کا رویہ نامناسب ہوتا ہے اور وہ اچھا سلوک نہیں کرتے بلکہ بدخواہ ہوتے ہیں‘ تو ایسے رشتہ داروں کے ساتھ بھی بھلائی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یعنی ان کی برائی کے جواب میں برا سلوک نہیں کرنا چاہیے بلکہ برائی کے مقابلہ میں بھلائی کر کے ان کو رام کرنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ شخص صلہ رحمی کرنے والا نہیں جو برابری کا معاملہ کرے‘ یعنی دوسرے کے اچھے برتاؤ کرنے پر اس سے اچھا برتاؤ کرے‘ بلکہ صلہ رحمی کرنے والا تو وہ شخص ہے جو دوسرے کے قطع رحمی کرنے پر بھی صلہ رحمی کرے''۔ (صحیح البخاری‘ عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما)

ایک شخص جس کے رشتہ دار اس سے بدسلوکی کرتے تھے‘ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپؐ سے دریافت کیا: اے اللہ کے رسولؐ! میرے بعض رشتہ دار ایسے ہیں کہ میں ان سے تعلق جوڑتا ہوں وہ مجھ سے تعلق توڑتے ہیں‘ میں ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہوں وہ میرے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں‘ اور میں ان کی زیادتیوں کو برداشت کرتا ہوں وہ میرے ساتھ جہالت سے پیش آتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا: ''جیسا تم کہہ رہے ہو اگر حقیقت میں ایسا ہی ہے تو تم ان کے منہ میں گرم گرم راکھ جھونک رہے ہو اور جب تک تم اس پر قائم رہو گے تمہارے ساتھ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مددگار رہے گا''۔ (صحیح مسلم‘ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

صلہ رحمی کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگائیے کہ اگر والدین یا دوسرے رشتہ دار کافر اور مشرک ہوں تو بھی ان کے ساتھ اچھے سلوک کا حکم ہے۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میری والدہ جو شرک پر قائم تھی (مکہ سے) میرے پاس (مدینہ میں) آئی۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے مسئلہ معلوم کیا اور پوچھا: میری والدہ آئی ہے اور مجھ سے ملنا چاہتی ہے تو کیا میں اپنی والدہ کے ساتھ صلہ رحمی کر سکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنی والدہ کے ساتھ صلہ رحمی کرو!'' (صحیح البخاری)

صلہ رحمی کی تاکید‘ فضیلت اور اہمیت کے علی الرغم کوئی شخص اگر اپنے رشتہ داروں کے ساتھ خواہ مخواہ حسد رکھتا ہے اور ان کی بدخواہی چاہتا ہے تو ایسے شخص کے لیے حدیث میں بڑی وعید آئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قطع رحمی کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔'' (صحیح البخاری‘ عن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ)



اس حدیث کی تشریح میں مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''قطع رحمی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنا سخت گناہ ہے کہ اس گناہ کی گندگی کے ساتھ کوئی جنت میں نہ جا سکے گا۔ ہاں جب اس کو سزا دے کر پاک کر دیا جائے گا یا کسی وجہ سے اس کو معاف کر دیا جائے تو جنت میں جا سکے گا۔''

قرآن و حدیث سے صلہ رحمی کی اہمیت واضح ہے‘ لیکن آخر پھر بھی کیوں اس کو نظر انداز کیا جاتا ہے؟ تو اس کی ایک نفسیاتی وجہ ہے اور وہ یہ کہ عزت و ذلت اللہ کے ہاتھ میں ہے اور وہی جس کے لیے چاہتا ہے رزق زیادہ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہے کم کر دیتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عزت اور رزق کے اعتبار سے لوگوں کی حیثیت مختلف ہو جاتی ہے۔ ایک خاندان کے کچھ افراد عزت اور رزق کے اعتبار سے برتری حاصل کر لیتے ہیں اور دوسرے پیچھے رہ جاتے ہیں۔ جو لوگ دنیوی اعتبار سے اوپر نکل جاتے ہیں وہ اپنے سے کمتر حیثیت کے رشتہ داروں کو بے اہمیت سمجھتے ہیں اور ان کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں کہ ان کی انا کو ٹھیس پہنچتی ہے‘ جو نفرت پیدا کرتی ہے۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ رزق اور عزت کے اعتبار سے جو لوگ پیچھے رہ جاتے ہیں وہ اپنے ان رشتہ داروں سے حسد کرنے لگتے ہیں جو معاشرے میں ان سے اوپر سمجھے جاتے ہیں‘ جس سے قریبی رشتہ داری کے باوجود نفرت کے جذبات جنم لیتے ہیں اور یہ دوری اختلاف سے بڑھ کر عداوت میں بدل جاتی ہے۔ دنیوی حیثیت کے اس فرق کو خدائی فیصلہ سمجھ کر قبول کر لیا جائے تو بات اختلاف و عداوت تک نہیں پہنچے گی۔ ❁❁❁

## بقیہ: مقامِ عبدیت اور اس کے تقاضے

اگرچہ اس حدیث قدسی کے ظاہری الفاظ اللہ سبحانہ تعالیٰ کی شان و جلالت کے خلاف محسوس ہوتے ہیں‘ مگر معنوی طور پر اس میں یہ مفہوم پوشیدہ ہے کہ جو انسان عبدیت کے ان تقاضوں کو قلب کی گہرائیوں کے ساتھ پورا کرتا ہے جو اللہ کو اپنے مؤمن صادق بندے سے مطلوب ہے تو پھر اس بندے کا ہر عمل جس میں اس کے اعضاء و جوارح حرکت کرتے ہیں‘ اس میں اللہ کی رضا‘ اس کی خوشنودی اور اس کی خلوص آمیز اطاعت اور بندگی کا گہرا رنگ غالب آ جاتا ہے۔ اس سے عظیم تر مقام عبدیت کا کوئی تصور ممکن ہی نہیں۔ اس عالی شان اعزاز و مرتبہ کے سامنے دنیا کی تمام تر نعمتیں اور ہفت اقلیم کی دولت بھی ہیچ ہے۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ۔

❁❁❁

فوجی آپریشن کی رَٹ لگا رہے ہیں۔ وہ محسوس کرتے ہیں کہ امریکہ کے افغانستان سے نکل جانے کے بعد اس خطے میں اسلامی قوتوں کے غالب آنے کا امکان ہے‘ لہٰذا ریاست پاکستان کی ساری قوت کو اس جنگ میں جھونک دیا جائے اور اسلام کا راستہ روکنے کی کوشش کی جائے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ ان کی نادانی اور کج فکری ہے۔ حالات کا رخ بتا رہا ہے کہ اس حوالہ سے اگر قوت کا استعمال کیا گیا تو ایسی آگ بھڑکے گی جس سے پاکستان ہی نہیں اس خطے کے بہت سے ممالک کی سلامتی شدید خطرات سے دوچار ہو جائے گی۔ ہم ایک بار پھر اس بات کا اعادہ کرتے ہیں کہ قتل و غارت گری اور خونریزی خواہ کسی نوعیت کی ہو اور کسی طرف سے کی جائے ہم اسے غلط اور ناجائز سمجھتے ہیں اور اس کی شدید مذمت کرتے ہیں‘ لیکن فوجی آپریشن چاہے زمینی ہو یا فضائی اسے کسی صورت مسئلے کا حل نہیں سمجھتے۔

میڈیا کے وہ لوگ جو سری لنکا کے تامل ناڈو کی گوریلا وار کے خلاف کامیابی کو بطور مثال پیش کرتے ہیں اور حکومت پاکستان کو تحریک طالبان کے خلاف ایسا ہی آپریشن کرنے کی چیخ و پکار کر رہے ہیں‘ ہم سمجھتے ہیں کہ یا تو وہ بددیانتی اور بدنیتی سے ایسا کر رہے ہیں یا وہ حالات و واقعات اور زمینی حقائق سے بالکل بے بہرہ ہیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ کسی مخصوص خطہ کے لوگ صوبائی‘ لسانی یا نسلی بنیادوں پر اگر گوریلا وار کریں تو وہ جنگ مخصوص لوگوں تک اور کسی خطہ تک محدود ہوتی ہے۔ اگر کسی ملک کے کسی حصے میں کوئی خاص قوم اس ملک سے علیحدگی چاہتی ہے تو اس کی جنگ ان جغرافیائی حدود تک محدود ہوگی جہاں وہ آزادی چاہتے ہیں اور صرف وہ لوگ کریں گے جو ملک کے اس حصہ میں رہتے ہوں گے‘ لہٰذا ریاستی قوت کے سامنے کوئی خاص جغرافیائی حدود اور خاص لوگ ہوں گے جن کو انہیں کچلنا ہوگا۔ سیدھی سی بات ہے کہ انہیں کچلنا نسبتاً آسان ہوگا بلکہ بہت آسان ہوگا۔ اگرچہ اسی نوعیت کا معاملہ بلوچستان کا ہے لیکن ریاست پاکستان تو وہاں بھی کامیابی سے فوجی آپریشن نہیں کر سکی اور مثبت نتائج پیدا کرنے میں ناکام رہی ہے چہ جائیکہ وہ نظریاتی لوگوں کو کچل سکے گی جو نہ کسی محدود جغرافیائی حدود میں جنگ کر رہے ہیں نہ ان کی جنگ میں کسی خاص قوم کے لوگ شامل ہیں‘ بلکہ مختلف قوموں اور نسلوں کے لوگ نظریاتی ہم آہنگی کی بنیاد پر سارے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں اور اپنے تئیں ریاست پاکستان کے خلاف جہاد کر رہے ہیں۔ ان کے بعض ٹھکانے ضرور ہوتے ہیں لیکن کوئی باقاعدہ ہیڈ کوارٹر یا مقبوضہ علاقہ نہیں ہوتا کہ ریاستی قوت وہاں قبضہ کر کے دشمن یعنی ان گوریلا جنگ لڑنے والوں کا مکمل خاتمہ کر سکے۔ لہٰذا فوجی آپریشن کا شور مچانے والوں کو ہوش کے ناخن لینے چاہئیں۔ کسی لسانی یا صوبائی عصبیت کی بنیاد پر جنگ لڑنے



والوں یا آزادی کی جنگ لڑنے والوں کی نسبت نظریاتی لوگوں سے جنگ بالکل مختلف ہوتی ہے۔ سب سے پہلی بات یہ کہ نظریات کی سرحدیں نہیں ہوتیں۔ مختلف زبانیں بولنے والے مختلف علاقوں میں رہنے والوں میں جو نظریاتی ہم آہنگی ہوتی ہے وہ انہیں یکجا کرتی ہے لہٰذا ان کا حمایتی سندھی‘ پنجابی‘ بلوچ کوئی بھی ہو سکتا ہے۔ پھر یہ کہ افغانستان میں ہمارے دوست و دشمن دونوں ان کی مدد کو تیار ہوں گے‘ لہٰذا وہ ملک کے کسی حصے میں بھی ان کے ایما پر کوئی کارروائی کر سکتے ہیں۔ فوج کو تربیت غیر ملک یا غیر قوم کے خلاف باقاعدہ جنگی محاذ پر لڑنے کی ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک منظم فوج کی کامیابی منتشر دشمن کے خلاف بہت مشکل ہوتی ہے۔ وہ نظر نہ آنے والے دشمن سے جنگ نہیں کر سکتے۔ سوات آپریشن کی کامیابی کے بہت ڈھنڈورے پیٹے جاتے ہیں لیکن یہ کیا کامیابی ہے کہ پانچ سال ہونے کو ہیں آپ وہاں سے ایک فوجی بھی نہیں نکال سکتے‘ اور جن لوگوں کے خلاف سوات آپریشن کیا گیا تھا وہ وہاں سے نکل گئے تھے۔ آپ وہاں سے فوج کا انخلا کروا دیں وہ پھر آ موجود ہوں گے۔ فاٹا‘ جنوبی و شمالی وزیرستان میں بھی یہی کچھ ہوگا۔ آپ فوج کو کہاں کہاں پھیلائیں گے؟ اس بات کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ ہمارا ازلی اور ابدی دشمن بھارت اور اتحادی کے روپ میں بدترین دشمن امریکہ یہی چاہتا ہے کہ پاکستان کی فوج سارے ملک میں پھیل جائے۔ پھر جب بھارت حملہ کرے یا امریکہ ایٹمی ہتھیار ہتھیانے کی کوشش کرے تو پاکستانی فوج یکجا ہو کر لڑنے کی پوزیشن میں نہ ہو۔

قصہ مختصر ہمارے پاس مذاکرات کے سوا کوئی آپشن نہیں۔ جنگ سے دہشت گردی بڑھے گی اور ہمارے مسائل میں اضافہ ہوگا۔ ہم تحریک طالبان پاکستان سے بھی استدعا کریں گے کہ پاکستانی حکومت فوج اور عوام جیسے کیسے بھی ہیں مسلمان ہیں‘ آپ کو بالآخر ان ہی سے معاملہ کرنا پڑے گا۔ بھارت اور امریکہ کیسے آپ کے دوست ہو سکتے ہیں؟ اپنوں کو دعوت دینے‘ سمجھانے اور ترغیب دینے کی ضرورت ہے۔ یہ اسلحہ کی زبان سے نہیں ہوگا‘ بلکہ یہ کام محبت و آشتی سے لینا ہوگا۔ آپ کا فرض دعوت دینا ہے‘ دین کے قیام کی جِدّوجُہد کرنا ہے۔ آپ کو اس بات کا داروغہ نہیں بنایا گیا کہ آپ لوگوں کو تلوار کی نوک سے اسلام کی طرف آنے پر مجبور کر دیں۔ دوسری طرف نواز شریف صاحب یہ جان لیں کہ امریکہ اگر مشرف جیسے وفادار سے آنکھیں پھیر سکتا ہے تو آپ کی کیا حیثیت ہے؟ لہٰذا امریکہ پر نہیں‘ اللہ ربّ العزت پر انحصار کی ضرورت ہے۔ اللہ پر توکل اور بھروسہ کر کے امریکی جنگ سے باہر نکلیں اپنے ناراض بھائیوں کو گلے لگائیں۔ اپنے شرعی اور آئینی فریضہ کی طرف متوجہ ہوں‘ یعنی ملک میں اسلام کے عادلانہ نظام کو نافذ کریں۔ اللہ تمام مسائل حل کر دے گا‘ تمام مشکلات دور کر دے گا — ان شاء اللہ! ❁❁❁

فلسفۂ انقلاب کے نقطۂ نظر سے

سیرت النبی ﷺ کا اجمالی مطالعہ

# منہجِ انقلابِ نبویؐ

غارِ حرا کی تنہائیوں سے لے کر

مدینۃ النبیؐ میں اسلامی ریاست کی تشکیل

اور اس کی بین الاقوامی توسیع تک

اسلامی انقلاب کے مراحل، مدارج اور لوازم پر مشتمل

بانیٔ تنظیم اسلامی

محترم **ڈاکٹر اسرار احمد**

کے دس خطباتِ جمعہ کا مجموعہ

❁ صفحات: 375 ❁ قیمت اشاعت خاص: 400 روپے اشاعت عام: 200 روپے

❁❁❁

"منہجِ انقلابِ نبویؐ" کے مباحث کی تلخیص پر مشتمل کتابچہ

## رسولِ انقلاب ﷺ کا طریقِ انقلاب

❁ صفحات: 60 ❁ قیمت اشاعت خاص: 50 روپے ❁ اشاعت عام: 30 روپے

**مکتبہ خدام القرآن لاہور**

36۔ کے، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون: 3-35869501

سیرتِ مطہرہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی دلپذیر موضوع پر

بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے فکر کا نچوڑ

# سیرتِ خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام

سیرت طیبہ پر ڈاکٹر صاحب کی زندگی کے آخری خطابات کا مجموعہ

چند ہی ماہ کے دوران

**دوسرا ایڈیشن چھپ کر آ گیا ہے!**

❁ عمدہ طباعت ❁ دیدہ زیب ٹائٹل

❁ صفحات: 240 ❁ قیمت: 180 روپے

خود مطالعہ کیجیے

دوستوں کو تحفتاً پیش کیجیے

ملنے کا پتہ

**مکتبہ خُدّامُ القُرآن لاہور**

قرآن اکیڈمی، 36 کے، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون: 03-35869501(042)

فیکس: (042)35834000 ای میل: maktaba@tanzeem.org

ویب سائٹ: www.tanzeem.org